متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے

ماؤنٹ بیٹن

کی سیاسی چالبازیاں

اینڈریو رابرٹس

تلخیص و ترجمہ شمیم شاہ آبادی

Marfat.com

Marfat.com

متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے

ماؤنٹ بیٹن

کی سیاسی چالبازیاں

اینڈریو رابرٹس

تلخیص و ترجمہ شمیم شاہ آبادی

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

مادرِ ملت پارک، شاہراہ قائداعظم لاہور فون: 14-9201213 فیکس: 9202930

Marfat.com

102370

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کے مندرجات کی ذمہ داری مصنف پر ہے

کتاب	:	متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے ماؤنٹ بیٹن کی سیاسی چالبازیاں
مصنف	:	اینڈریو رابرٹس تلخیص و ترجمہ شمیم شاہ آبادی
نگران اعلیٰ	:	ڈاکٹر رفیق احمد
ناشر	:	نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور
مطبع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز، لاہور
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
سرِ ورق	:	شہزاد یٰسین
نظر ثانی شدہ ایڈیشن	:	2007
تعداد اشاعت	:	2000

Published by
Nazaria-i-Pakistan Foundation
Madar-i-Millat Park, Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
E-mail: foundation@nazariapak.info Web: www.nazariapak.info
Ph. 9201213-9201214 Fax. 9202930

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Multan Road, Lahore. Ph: 7466975

Marfat.com

ایمان اتحاد نظم

ادارتی نوٹ

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی مطبوعات کا ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی اور تہذیبی ورثے سے متعلق معلومات میں اضافہ کرنا، علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ارفع خیالات اور کارناموں کے متعلق مستند حوالوں سے آگاہی پیدا کرنا اور نئی نسلوں میں ملک و قوم کے بارے میں احساسِ تفاخر کی پرورش کرنا۔ فاؤنڈیشن کو پختہ یقین ہے کہ بانیان پاکستان کے افکار و کردار کے بارے میں مستند معلومات بہم پہنچا کر ہی پاکستانیوں کی آرزوؤں اور مسائل کا صحیح ادراک حاصل ہو سکتا ہے، قوم کے حال اور مستقبل کو سنوارا جا سکتا ہے اور اسے مادی، علمی، نظریاتی اور روحانی بلندیوں تک پہنچایا جا سکتا ہے اور اُس جمہوری روح کو از سرِ نو بیدار کیا جا سکتا ہے جو عظیم تحریک پاکستان کا طرۂ امتیاز تھی۔

سیکرٹری

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1-	ابتدائیہ	
2-	ماؤنٹ بیٹن کا کردار	7
3-	جرمنی کی مخالفت	8
4-	بطور گورنر جنرل تقرری	9
5-	گاندھی اور حضرت عیسیٰؑ	11
6-	کانگرسی رہنماؤں کے ساتھ میٹنگ	14
7-	مشترکہ گورنر جنرل بننے کی خواہش	15
8-	ماؤنٹ بیٹن کی جلد بازی	17
9-	انتقالِ اقتدار کے وقت کا تعین	19
10-	فسادات کو روکنے سے گریز	21
11-	سکھوں کی دھمکی	22
12-	ماؤنٹ بیٹن کی مشکوک غیر جانبداری	23
13-	مہاراجہ بیکانیر پر دباؤ	26
14-	ریڈکلف پر ماؤنٹ بیٹن کا دباؤ	29
15-	نقشے' خط اور ٹیلی گرام کی اشاعت	31
16-	ہیڈ ورکس کا نظام مشترکہ رکھنے کی کوشش	33
17-	ریکارڈ سے دستاویزات غائب ہوگئیں	36
18-	الحاق کا حق والیانِ ریاست کو دے دیا گیا	37

Marfat.com

-19	کشمیر پر بھارت کا فضائی حملہ	40
-20	ماؤنٹ بیٹن کو نہرو کا انتباہ	42
-21	نہرو سے ایڈوینا کے ''روحانی'' تعلقات	43
-22	اسمے کی ماؤنٹ بیٹن سے نفرت	46
-23	برطانیہ پر فسادات کی ذمہ داری	48
-24	ایوارڈوں کی اشاعت میں تاخیر	50
-25	ہندوستان کی آزادی کے لیے غلط دن کا انتخاب	52
-26	سکھوں کا طریقِ واردات	54
-27	قائداعظمؒ کے قتل کا منصوبہ	55
-28	قاتل مہاراجہ کا اعزاز	57
-29	ماؤنٹ بیٹن کا عجیب وغریب فارمولا	59
-30	تبادلۂ آبادی کی مخالفت	61
-31	مسلمان خواتین کے برہنہ جلوس	62
-32	وسائل کی غیر متناسب تقسیم	64
-33	مسلمانوں کی لاشوں سے بھری ٹرین	65
-34	مصائب کی ذمہ داری خود متاثرین پر	69
-35	قتل عام سے چشم پوشی	71
-36	ہلاک شدگان کے اعداد وشمار	74
-37	دس لاکھ افراد کی ہلاکت	75
-38	ہدایات پر عمل درآمد میں ناکامی	78

Marfat.com

ابتدائیہ

1994ء میں لندن سے ایک کتاب Eminent Churchillion کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے مصنف اینڈریو رابرٹس ہیں۔ برطانیہ میں یہ کتاب Weidenfeld and Nicolson نے شائع کی ہے جو اورین پبلشنگ گروپ لمیٹڈ کا ادارہ ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بارے میں بھی ایک مضمون شامل کیا ہے جس میں ان کی سیاسی چالبازیوں اور بددیانتیوں جو اس نے تقسیمِ ہند کے وقت پاکستان کے خلاف کی تھیں، مدلل انداز میں بے نقاب کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہندو کانگرس بھی بزعمِ خویش بڑی قوم پرست اور ملک کے لیے آزادی کی دعویدار تھی لیکن حصولِ آزادی کے بعد اس نے ملک کا پہلا گورنر جنرل کسی ہندوستانی کی بجائے ماؤنٹ بیٹن کو ہی بنایا تھا۔ وہ ہندوؤں کا کتنا حامی تھا' اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں جب اگست 1947ء میں پہلا جشنِ آزادی منایا گیا تو اس میں ہندوؤں نے ''پنڈت ماؤنٹ بیٹن کی جے'' کے نعرے لگائے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن بیک وقت ہندوستان اور پاکستان کا مشترکہ گورنر جنرل بننا چاہتا تھا لیکن قائداعظمؒ کی فراست نے پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کو اس سازشی کے شر سے محفوظ رکھا۔ نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن' اینڈریو رابرٹس کے اس مضمون کا انگریزی متن بھی شائع کر رہی ہے تاکہ انگریزی دان اہلِ پاکستان کو معلوم ہو سکے کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے قیامِ پاکستان کے سلسلے میں کس طرح سیاسی چالبازیوں سے کام لیا تھا۔ امید ہے کہ یہ مضمون نئی نسل کی معلومات میں اضافے کا سبب بنے گا۔

Marfat.com

ماؤنٹ بیٹن کا کردار

فلپ زیگلر نے 1985ء میں ماؤنٹ بیٹن کی سوانح عمری لکھی تھی لیکن نئی نسل کے مؤرخوں نے اس کی سوانح حیات کا روایتی اور تقلیدی انداز کے برعکس تجزیہ کیا ہے۔ ماؤنٹ بیٹن کی زندگی کے ریکارڈ کو اب ہندوستان کی آزادی کی روشنی میں جانچا جائے گا کہ اس نے ہندوستان کے آخری وائسرائے کی حیثیت سے کیا کردار ادا کیا تھا۔ پھر شاہی خاندان سے اس کی وابستگی بھی اہمیت کی حامل ہے جسے وہ اپنے مفاد کی خاطر نہایت بیدردی سے استعمال کرتا رہا۔ اس کی عمر 14 سال تھی کہ اس کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا جب اس کے والد کو جو امیر البحر تھے اس بنا پر ان کے عہدے سے الگ کر دیا گیا کہ ان کا تعلق جرمن گھرانے سے تھا۔ تاہم ونسٹن چرچل نے اس کے بیٹے (ماؤنٹ بیٹن) کی مدد کا فیصلہ کر لیا۔ اسی اثنا میں پہلی عالمگیر جنگ چھڑ گئی اور چرچل نے سیاسی لحاظ سے اس حساس معاملے کو جس کے تحت پیٹسبرگ کو بحری بیڑہ بھیجا جانا تھا ملتوی کر دیا۔

جنگِ عظیم کے دوران ماؤنٹ بیٹن امیر البحر بیٹی کے پرچم تلے شمالی سمندر میں خدمات انجام دیتا رہا۔ بعد ازاں وہ پانچ ماہ کے لیے کیمبرج چلا گیا جہاں اس کی دوستی اس کے کزن پرنس آف ویلز ایڈورڈز سے ہوگئی۔ کیمبرج میں قیام کے دوران اس نے پڑھا کچھ نہیں تاہم اس کے من پسند مصنفین میں اگاتھا کرسٹی اور باربرا کارٹلینڈ شامل تھیں۔ یونیورسٹی سے فارغ ہو کر اس نے اپنے خاندانی اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے کوشش کی کہ اسے شہزادے کی حیثیت سے مملکت کے دورے کی دعوت دی جائے۔ یوں تخت کے جانشین کے ساتھ اس کی دوستی پختہ ہوگئی۔ جب بحریہ کے بہت سے افسروں سے استعفے لے کر انہیں فارغ کیا گیا تو ماؤنٹ بیٹن شاہی رشتے کی وجہ سے تخفیف کے کلہاڑے سے بچ نکلا۔ ماؤنٹ بیٹن شہزادے کے ہمراہ ہندوستان میں تھا کہ اس کی منگنی ایڈورڈ ہفتم کی پوتی ایڈوینا ایشلے سے ہوگئی۔ ایک مؤرخ نے اسے ایک اچھی جوڑی قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایڈوینا بے پناہ

Marfat.com

دولت کی مالک ہے اور ماؤنٹ بیٹن بھی اچھے مرتبے پر فائز ہے۔ 1922ء میں یہ دونوں یومِ ویلنٹائن پر رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ اس سے قبل وہ محض چند مرتبہ ہی ایک دوسرے سے ملے تھے۔ ایڈورڈ نے اپنی پوتی کے لیے بیس لاکھ پونڈ چھوڑے تھے جبکہ ماؤنٹ بیٹن اس وقت 610 پونڈ سالانہ کما رہا تھا۔ بسا اوقات اس کی یہ رقم بہت کار آمد ثابت ہوئی جیسے کہ مالٹا میں 1937ء میں ماؤنٹ بیٹن نے اپنے تباہ کن جہاز کو ایک غیر قانونی ریس میں ایک اور افسر کے جہاز سے ٹکرا دیا۔ اس واقعہ کو بحریہ سے چھپا لیا گیا اور دونوں جہازوں کی مرمت پرائیویٹ طور پر کرا دی گئی۔ جنگ کے آغاز تک ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن ایک کھلنڈری عورت تھی جسے یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ اس نے چھٹی کے دن اپنی دولڑکیوں کو گورنس کے ہمراہ کہاں بھیجا ہے جبکہ ماؤنٹ بیٹن جان چھڑکنے والا خاوند تھا۔

جرمنی کی مخالفت

ماؤنٹ بیٹن نے جرمنی کی ڈھارس بندھانے کی شدید مخالفت کی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی یہ کہے کہ وہ اپنے جرمن رشتے داروں کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہے۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو ماؤنٹ بیٹن نے بڑے زعم سے کہا کہ میرے جرمن رشتے داروں نے ہٹلر کی مخالفت میں پورا زور لگا دیا تھا۔ اس نے نہایت مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے لوگوں کو بتایا کہ 1938ء میں اینتھونی ایڈن اور لارڈ کرابورن' برڈ ووڈ لینڈ میں اس کے مکان پر گئے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ شہزادے کی حمایت اس کے کیریئر کے لیے بہت ضروری ہے۔ مارچ 1937ء میں وہ وینسر فیلڈ (آسٹریا) میں ڈیوک آف ونڈسر سے ملا تاکہ اسے یقین دلایا جائے کہ شاہی خاندان اس کی شادی میں شرکت کرے گا لیکن جب یہ شادی ہوئی تو وہ خود بھی اس میں شریک نہ ہوا۔ بعدازاں اس نے بتایا کہ اسے شادی میں مدعو ہی نہیں کیا گیا تھا حالانکہ اس نے 5 مئی 1937ء کو دعوت نامہ بھیجنے پر ڈیوک آف ونڈسر کا شکریہ ادا کیا تھا۔ عالمی جنگ چھڑتے ہی لیڈی ماؤنٹ بیٹن میں نمایاں تبدیلیاں محسوس ہونے لگیں۔

Marfat.com

اس نے اپنی پر تعیش زندگی ترک کر دی اور نیک کاموں کی مبلغ بن گئی۔ اس نے خود کو سوویت یونین کی حامی اور نو آبادیاتی سرمایہ دارانہ نظام کی مخالف ظاہر کیا۔ حالانکہ سرمایہ دارانہ نظام نے ہی اسے سب کچھ دیا تھا۔ وہ قریباً کمیونسٹ بن گئی۔ دوسری طرف ماؤنٹ بیٹن کو اس کی مسلسل غلطیوں کے باوجود ترقی ملتی رہی۔

ماؤنٹ بیٹن کو شیخی بگھارنے کی عادت تھی چنانچہ اس نے یہ کہانی مشہور کر دی کہ چرچل نے اسے کمبائنڈ آپریشن کے لیے چن لیا ہے کیونکہ اس نے روس پر ہٹلر کے حملے کی ٹھیک ٹھیک پیشگوئی کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ باربروسا آپریشن کے بارے میں بھی اس کی پیشگوئی درست ثابت ہوئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ہٹلر نے ریڈ آرمی میں نازی ففتھ کالم قائم کر دیا ہے۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ روس بہادری سے لڑے گا کیونکہ کمیونسٹ نظریہ بہت مضبوط ہے۔ جنگ کے بعد جب اپنی تقرری کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن نے اپنی رپورٹ لکھی تو چرچل اور جنگی کابینہ کے سیکرٹری لارڈ اسمے نے یہ سوچ کر اسے کوئی اہمیت نہ دی کہ باربروسا آپریشن تو اس کی تقرری سے چھ ماہ قبل ہو چکا تھا اور جرمنی 1941ء کے پورے سال مشرق میں مصروفِ جنگ رہا تو یہ کوئی حیران کن بات نہیں تھی۔ چرچل نے ذاتی طور پر اتحادی فوجوں سے کہا تھا کہ رنگون پر دوبارہ قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ماؤنٹ بیٹن نے مون سون کے آغاز سے قبل رنگون پر دوبارہ قبضے کے لیے منصوبہ بندی شروع کر دی۔

بطور گورنر جنرل تقرری

حکومتِ برطانیہ نے لارڈ ویول کی جگہ ماؤنٹ بیٹن کو گورنر جنرل (وائسرائے) مقرر کیا۔ وہ متحدہ ہندوستان کا آخری وائسرائے بنا۔ اس نے 22 مارچ 1947ء کو دہلی کے لیے پرواز کی اور اس کے دو دن بعد وائسرائے کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔ اس تقریب میں والیانِ ریاست اہم رہنما اور سفیروں سمیت تمام اہم شخصیات موجود تھیں۔ ماؤنٹ بیٹن کی سفید یونیفارم پر تمغے سجے ہوئے تھے۔ ہندوستانی فوج کے سربراہ فیلڈ مارشل سرکلوڈ آکنلک

Marfat.com

نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ ''لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے پنڈت نہرو کے ساتھ قریبی تعلقات قائم ہو چکے ہیں''۔ ہندوستان پہنچتے ہی ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں کے ساتھ مذاکرات شروع کر دیئے۔ جنگ کے خاتمے پر ماؤنٹ بیٹن اور پنڈت نہرو سنگاپور میں تھے اور وہاں پر ہی دونوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن اپنی پرکشش شخصیت کو بطور ہتھیار استعمال کرتا تھا تاہم وہ نہرو کی شخصیت سے بہت جلد متاثر ہو گیا۔ اس نے نہرو کو اپنی نوعیت کے امیر ترین لیڈر کے طور پر پسند کیا۔ پنڈت نہرو، ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کو ''میرے پیارے دوست'' کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔ وہ ماؤنٹ بیٹن کو کھرا اور بے لاگ سوشلسٹ انگریز تصور کرتا تھا۔ اس کے برعکس اپنی 5 اپریل کی پہلی ملاقات سے ہی آل انڈیا مسلم لیگ کے رہنما قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ماؤنٹ بیٹن باہمی ذاتی تعلقات قائم کرنے میں ناکام رہے۔ وائسرائے نے اپنے بقول قائداعظمؒ کو سرد مہر، خود پسند اور پرغرور سمجھا۔ انہوں نے تمام امکانی مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ قائداعظمؒ نے وائسرائے سے مطالبہ کیا کہ ہندوستانی فوج کو منصفانہ طور پر ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کر دیا جائے جبکہ برطانوی فوج کو بتدریج نکال لیا جائے۔ انہوں نے انتقالِ اقتدار کے لیے جون 1948ء کے تعین کو عجلت پسندی سے تعبیر کیا اور ماؤنٹ بیٹن سے ڈرامائی انداز میں پوچھا کہ کیا وہ اس ملک کو بحران اور خانہ جنگی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے؟ مسٹر جناحؒ پر ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ بڑی حد تک تعاون نہ کرنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے لیکن اس معاملے کو ماؤنٹ بیٹن کے کردار کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ ماؤنٹ بیٹن نے لی پیئر اور کولنز کو بتایا کہ مسٹر جناحؒ سے کچھ بھی منوایا نہیں جا سکتا تھا۔ دوسری طرف ماؤنٹ بیٹن انہیں عظیم دانشور بھی قرار دیتا تھا لیکن وہ ان کے لیے ہمیشہ توہین آمیز الفاظ استعمال کرتا رہا۔ 15 اور 16 اپریل 1947ء کو ہندوستان کے تمام صوبائی گورنروں کی کانفرنس ہوئی۔ مؤرخوں کے مطابق اس کا مقصد ہندوستانی لیڈروں کی بات سننے کی بجائے نیا راستہ خود تیار کرنا تھا۔ بعدازاں ماؤنٹ

Marfat.com

بیٹن نے دعویٰ کیا کہ پنجاب میں قتلِ عام بھیانک شکل اختیار نہیں کرے گا حالانکہ گورنر پنجاب سرایون جینکنز اور دوسروں نے گورنروں کی کانفرنس میں اور اس سے قبل بھی فسادات کے بارے میں خبردار کر دیا تھا۔ گورنر ایون جینکنز نے کہا تھا کہ اس کے صوبے (پنجاب) کی تقسیم سے فوری طور پر فسادات شروع ہو جائیں گے۔ گورنروں کی کانفرنس سے ایک روز قبل اس نے وائسرائے کے سٹاف کے تین سینئر ارکان اسمے' سرایرک نیول اور پرائیویٹ سیکرٹری سے ملاقات کی اور انہیں خبردار کیا کہ تقسیم سے بہت بڑا فوجی مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ تاہم ماؤنٹ بیٹن پنجاب اور بنگال کے گورنروں کے اس نکتۂ نگاہ سے متاثر نہ ہوا کہ ان کے صوبوں کی تقسیم تباہ کن ثابت ہوگی۔ اسے زعم تھا کہ وہ ہندوستان کے حالات کو دوسروں کی نسبت بہتر طور پر جانتا ہے حالانکہ ان ''دوسرے لوگوں'' میں وہ حضرات بھی شامل تھے جن کی عمریں ہندوستان میں ہی کام کرتے ہوئے بیت گئی تھیں جبکہ وہ 1943ء میں پرنس آف ویلز کے ہمراہ ہندوستان آیا تھا اور اس نے یہاں صرف چند ماہ گزارے تھے۔ بعدازاں وہ سری لنکا چلا گیا تھا۔ وہ اس پیشہ ور انتظامیہ کی شہرت خراب کرنے میں بہت تیز تھا جس نے زندگی بھر ہندوستان میں خدمات سرانجام دیں۔ وہ اس انتظامیہ کو متعصب' ہٹ دھرم اور تنگ نظر قرار دے کر نظر انداز کر دیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنی زندگی ہندوستان میں نہ گزار کر بہت اچھا کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہندوستان میں کام کرنے والی انتظامیہ مجھے (ماؤنٹ بیٹن) پسند نہیں کرتی تھی۔

گاندھی اور حضرت عیسیٰؑ

اس کا خیال تھا کہ تاریخ میں گاندھی کو حضرت عیسیٰؑ مسیح جیسا درجہ حاصل ہوگا۔

ماؤنٹ بیٹن کے سٹاف میں دوسرے لوگوں کے علاوہ ایلن کیمبل جانسن بھی تھا جو اس کا پریس ایڈوائزر تھا۔ وہ وائسرائے کا پہلا پریس اتاشی بنا۔ کیمبل جانسن جنگی ڈائری لکھنے والے کی حیثیت سے ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ اس نے جنوب مشرقی ایشیا کمانڈ

Marfat.com

میں افسر تعلقاتِ عامہ کی حیثیت سے شاندار خدمات انجام دی تھیں۔اس نے قریباً تمام سٹاف میٹنگوں میں شرکت کی اور وہ ہر وقت وائسرائے کے ساتھ رہا۔اس نے ''مشن ود ماؤنٹ بیٹن'' کے عنوان سے ڈائری لکھی جو ایک تاریخی ریکارڈ ہے۔ماؤنٹ بیٹن نے کیمبل جانسن کو ہدایت کی کہ آئندہ کسی سرکلر میں جن معاملات کا ذکر کیا جائے' پہلے اس کی منظوری میرے سیکرٹری کے ذریعہ مجھ سے لی جائے۔29 مارچ 1947ء کو جو پانچویں سٹاف میٹنگ ہوئی' اس کے ایجنڈے میں کیمبل جانسن کے لیے یہ ہدایت سرفہرست تھی کہ وہ اس بات کی تحقیقات کرے کہ اس نے گذشتہ روز جو پارٹی دی تھی' سٹیٹسمین نے اس کی خبر کیوں شائع نہیں کی اور کیا اس قسم کی کوئی رپورٹ لندن بھیجی گئی ہے؟ 7 جولائی 1947ء کو پنجاب میں اس وجہ سے شوروغل ہو رہا تھا کہ نواب ممدوٹ پنجاب کی سیکیورٹی کمیٹی سے اس وقت مستعفی ہو گئے تھے۔اس وقت ماؤنٹ بیٹن اپنے سٹاف کو بتا رہا تھا کہ یہ ایک اچھی تجویز ہے کہ گورنر جنرل کے لیے خصوصی پرچم تیار کیا جائے۔یہ پرچم ہلکے نیلے رنگ کا ہوگا اور اس پر سنہری تاج کے علاوہ ڈومینین کا نام بھی تحریر ہوگا۔اس نازک دور میں بھی ان میٹنگوں میں پرچموں' خطابات' اعزازات' کاروں' یونیفارموں' تمغوں وغیرہ پر بحث ہوتی تھی۔یہ معاملات نہایت اعلیٰ سطح پر طے کیے جاتے تھے۔5 مارچ کو ماؤنٹ بیٹن سوچ رہا تھا کہ اس کی کار کو کراچی منتقل کیا جائے یا نہیں۔وہ اپنی عزت و وقار اور شہرت کے معاملات پر پوری توجہ دیتا تھا۔ان میٹنگوں کی کارروائی سے پتہ چلتا ہے کہ چوتھی سٹاف میٹنگ کے بعد جب میویل نے کہا کہ کلکتہ کے بغیر پاکستان کا چلنا بہت مشکل ہوگا تو ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ پاکستان کے مشرقی بازو کے لیے چٹا گانگ کافی ہوگا۔کلکتہ میں ریفرنڈم کرانے کا سوال 25 اپریل کو اٹھا جب مسٹر جناحؒ نے ماؤنٹ بیٹن کو بتایا کہ ان کے خیال میں وہاں مسلم لیگ جیت جائے گی۔ماؤنٹ بیٹن کو پریشانی تھی کہ کلکتہ کی ساری مسلمان آبادی بھارت کی بجائے پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی۔انتقالِ اقتدار سے صرف 15 دن قبل ماؤنٹ

Marfat.com

بیٹن مسٹر جناح کو بتانا چاہتا تھا کہ صوبوں کے اندرونی علاقوں کو بھی یہ حق دیا جائے گا کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں سے کس کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں لیکن اچانک ہی ماؤنٹ بیٹن کو اس خیال پر اعتراضات نظر آنے لگے۔ یہ وقت کسی علاقے میں ریفرنڈم کرانے کا نہیں تھا کیونکہ نواحی علاقے بھی رائے شماری میں شامل کرنے پڑتے جس سے نہ صرف خون خرابہ ہوتا بلکہ انتقالِ اقتدار میں بھی تاخیر ہو جاتی۔ کلکتہ کو کھلا شہر قرار دیا جا سکتا تھا اور ہندوستان یا پاکستان میں اس کی شمولیت کے لیے بعد میں ریفرنڈم کرایا جا سکتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے انکشاف کے انداز میں اپنے سٹاف کو بتایا کہ حقِ خود اختیاری دینے کا طریقہ اختیار کرنا نہایت ناپسندیدہ بات ہوگی اور اس کا غلط نتیجہ نکلے گا۔ صرف اسی ایک بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کہاں تک جمہوریت کا قائل تھا۔ ایبل نے کہا کہ سٹاف کے جذبات یہ تھے کہ کلکتہ انگریزوں اور ہندوؤں کی تخلیق ہے کیونکہ اس شہر میں زیادہ سرمایہ کاری ان دونوں نے ہی کی تھی۔ سٹاف میٹنگوں میں ان امور پر کھلے بندوں بحث و تمحیص ہوتی تھی کہ اگر دونوں ڈومینیوں (ہندوستان اور پاکستان) کی سرحدوں پر بدامنی ہوئی تو اس پر کیسے قابو پایا جائے؟ ایسے مواقع پر ہندو وی۔ پی مینن کو تو میٹنگوں میں شرکت کی اجازت ہوتی تھی لیکن کسی مسلمان کو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ اس طرح پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی جھڑپوں کے بارے میں بھارت کو آگاہ رکھا جاتا۔ یہ صورت حال کسی سکینڈل سے کم نہ تھی کہ مینن جس نے کانگرس کی حکومت میں کوئی عہدہ سنبھالنا تھا' وہ سرکاری طور پر ماؤنٹ بیٹن کا مشیر تھا اور وہ اس قسم کی انتہائی اہم حساس سٹاف میٹنگوں میں بھی شرکت کرتا تھا۔ بعد ازاں پاکستان کے ہونے والے وزیر اعظم نے اس بارے میں شکایت بھی کی تھی۔ یہ بات ماؤنٹ بیٹن کے ہی نہیں بلکہ سب کے علم میں تھی کہ وی پی مینن کے ذریعہ کانگرس کا ولبھ بھائی پٹیل جیسا اہم لیڈر ماؤنٹ بیٹن کے خفیہ منصوبوں سے باخبر رہتا تھا بلکہ وہ اپنے گرگے کے ذریعہ ماؤنٹ بیٹن کی پالیسیوں پر بھی اثر

Marfat.com

انداز ہوتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان افسر وی پی مینن جیسی پوزیشن میں ہوتا اور اس کا مسٹر جناحؒ سے بھی رابطہ ہوتا تو اس پر جانبداری کا الزام لگا دیا جاتا اور کوئی وائسرائے اس مسلمان افسر کو قبول نہ کرتا۔ 25 اپریل کو ماؤنٹ بیٹن اپنے سٹاف کو بتا رہا تھا کہ پاکستان کا نظم ونسق چلانے کے لیے مناسب تعداد میں مسلمان افسر دستیاب ہوں گے۔ اگلے دن ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ جو آخری بات (اگرچہ وہ تباہ کن ہوگی) مجھے دیکھنی ہوگی' وہ یہ ہوگی کہ بھارت برطانیہ کو اس طرح چھوڑے گا کہ اس کا دوبارہ پانا برطانیہ کے لیے محال ہوگا لیکن پاکستان کی صورتِ حال اس کے برعکس ہوگی۔ مئی کے آغاز میں جب پنڈت نہرو نے گورنر سرحد کی شکایت کی تو ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ میں گورنر سرحد اولف کیرو کی دیانت کا معترف ہوں لیکن اس کے باوجود حالات ایسا رخ اختیار کر سکتے ہیں کہ اس سے استعفیٰ لیا جا سکتا ہے۔

کانگرسی رہنماؤں کے ساتھ میٹنگ

10 مئی کو جب ماؤنٹ بیٹن کانگرسی لیڈروں نہرو اور کرشنا مینن کے ساتھ انتہائی نازک میٹنگ کے بعد واپس آیا (جہاں انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کو تجویز دی تھی کہ وہ ڈومینین کی بنیاد پر ہندوستان کو جلد از جلد اقتدار منتقل کر دے) تو ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ وہ اس مسئلے پر کانگرس کے اہم رہنما سردار پٹیل سے بھی بات کرنی چاہتا ہے لیکن منصوبہ کے اعلان سے قبل میں مسٹر جناحؒ کے سامنے یہ مسئلہ اٹھانا نہیں چاہتا۔ چھ دنوں بعد اس نے اپنے سٹاف کو بتایا کہ میں پہلے ہی مسٹر جناحؒ کو دھمکانے کی کوشش کر چکا ہوں۔ اس نے خبردار کیا کہ وہ درجہ نو آبادی کی بنیاد پر ہندوستان کی عبوری حکومت کو اقتدار منتقل کر سکتا ہے۔ مسٹر جناحؒ نے ماؤنٹ بیٹن کی یہ دھمکی بڑے سکون سے سنی۔ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ مسٹر جناحؒ کا یہ غیر معمولی ردعمل میرے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ ماؤنٹ بیٹن اس شبہ میں مبتلا تھا کہ مسٹر جناحؒ اس سے یہ اخذ کریں گے اور انہیں اس پر پورا اطمینان ہوگا کہ انہیں تاریخ میں شہید کا رتبہ حاصل ہو جائے گا کہ انہیں برطانیہ نے کانگرس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اس

Marfat.com

حقیقت کے باوجود مسٹر جناحؒ محض اس کا کوئی ایسا حل چاہتے ہیں جس میں 92 ملین مسلمانوں کو 255 ملین ہندوؤں کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا گیا ہو۔ ماؤنٹ بیٹن نے کانگرس کے کسی رہنما کے خلاف اس قسم کی زبان استعمال نہیں کی تھی۔ 10 جون کو ماؤنٹ بیٹن نے' جس نے چار دن قبل کہا تھا کہ مجھے امید ہے کہ پاکستان بہت سے بیرونی ممالک میں اپنے سفارتی مشن قائم نہیں کر سکے گا' اپنے سٹاف کو بتایا کہ اس کے خیال میں پاکستان بھارت سے ٹوٹ کر بنے گا اور ایک نئی نوآبادی کی حیثیت سے کام کا آغاز کرے گا۔ اسے نے اسے بتایا کہ پاکستان ایک قائم شدہ اتھارٹی سے الگ ہوگا جو بہت حقارت آمیز اقدام ہوگا لیکن ماؤنٹ بیٹن قائل نہ ہوا اور کہا کہ اسے اس میں کوئی حقیقت نظر نہیں آتی کہ جن صوبوں پر مشتمل پاکستان بنے گا' وہ ہندوستان سے الگ ہورہے ہیں اور یہ کہ ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہونے والا ہے۔ اپنی اس کم نگاہی کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ پنڈت نہرو نے ہمیشہ کہا ہے کہ ہندوستان اپنی موجود حالت میں قائم رہے گا۔

کانگرس نے ہندوستان پر حکومت کرنے کے لیے جو منصوبہ تیار کر رکھا تھا' ماؤنٹ بیٹن کے بائیں بازو کے نظریات بھی اس سے مطابقت رکھتے تھے۔ کانگرس ہندوستان کو سیکولر طریقے سے مرکز سے کنٹرول کر کے سوشلسٹ جمہوریہ بنانا چاہتی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن اور ان کی بیگم بھی یہی چاہتے تھے۔ وقت نہرو کا ساتھ دے رہا تھا۔

مشترکہ گورنر جنرل بننے کی خواہش

ماؤنٹ بیٹن دونوں ڈومینیوں کا مشترکہ گورنر جنرل بننا چاہتا تھا لیکن جب اس کی یہ خواہش بے نتیجہ رہی تو اسے بہت حیرانی ہوئی۔ اسی طرح اس کی یہ کوشش بھی مسٹر جناحؒ کو قائل نہ کر سکی کہ وہ ایسا قومی پرچم قبول کر لیں جس کے اوپر کے کونے پر یونین جیک (برطانوی پرچم) بنا ہوا ہو۔ ماؤنٹ بیٹن نے 24 جون کو مسٹر جناحؒ کو لکھا ''میں آپ کو یہ بتانا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ آغاز میں اس پرچم کو قبول کر لیں۔ جب آپ نیا

Marfat.com

آئین تیار کر لیں گے تو آپ کو اس پرچم کی تبدیلی سے کوئی نہ روک سکے گا"۔

اس خوف نے کہ ریفرنڈم کے نتیجے میں کلکتہ، پنجاب اور بنگال کے وسیع علاقوں کی شمولیت سے پاکستان ایک بہت بڑا ملک بن جائے گا، ماؤنٹ بیٹن نے اسے روکنے کے لیے فوری کارروائی کرنی ضروری سمجھی۔ اگر وہ انتقالِ اقتدار کی مدت کو انتہائی مختصر کرتا اور سرحدوں کے تعین کا مسئلہ برطانیہ کے ہاتھ میں رہنے دیتا تو اس کے لیے ریفرنڈم کرانا ناممکن ہو جاتا۔ 9 مئی 1947ء سے اس نے 1948ء کی بجائے اسی سال ہندوستان سے نکل جانے پر سوچنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنے سٹاف کو بتایا کہ اس صورت میں انتظامی معاملات پر اسی طرح قابو پا لیا جائے گا جس طرح جنگ کے دنوں میں پایا جاتا تھا۔ اس نے کہا کہ توقع سے قبل انتقالِ اقتدار سے 6 فائدے حاصل ہوں گے۔ اولاً اس کا سہرا برطانیہ کے سر بندھے گا۔ دوسرے اس طریقے سے برطانیہ کی موجودہ ذمہ داریوں کو جلد از جلد ختم کیا جا سکے گا۔ تیسرے ہندوستان کی طرف سے دولتِ مشترکہ میں رہنے کی درخواست سے دنیا کی نگاہوں میں برطانیہ کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ چوتھے اس کارروائی سے ہندوستان کی نگاہوں میں برطانیہ کی موجودہ حکومت کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ پانچویں اس طرح ہندوستان برطانیہ کا حامی بنا رہے گا اور چھٹے میں محسوس کرتا ہوں کہ مزید تین سال کے بعد بھی ہندوستانی فوج کو برطانوی افسروں کی ضرورت رہے گی۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اپنے مشیروں کو یہ نہیں بتایا کہ وہ خود بھی 1948ء کی بجائے اگست 1947ء میں ہی ہندوستان کو چھوڑ دے گا۔ اس نے کہا کہ متوقع فرقہ وارانہ تشدد کا تقاضا ہے کہ برطانوی ہندوستان میں آنے والی عظیم تباہی سے پہلے ہی اقتدار منتقل کر دیا جائے اور یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ وہ تجربے کار ملازمین کے اس نظریے سے متفق نہیں ہوا جو جانتے تھے کہ جلد بازی میں انتقالِ اقتدار سے بے شمار ہلاکتیں ہوں گی۔ ماؤنٹ بیٹن کے 3 جون کے منصوبے کی کہ اختیار 14 اور 15 اگست کی درمیانی رات کو تقسیم شدہ ہند (ہندوستان اور پاکستان) کو منتقل

Marfat.com

کر دیا جائے گا۔ اصل وجوہات یہ تھیں کہ ہندوستان کو (ضروری نہیں کہ پاکستان کو بھی) دولتِ مشترکہ سے وابستہ رکھا جائے جس سے مسٹر ایٹلی کی حکومت کے وقار میں اضافہ ہوگا اور آزادی کے بعد بھی ہندوستان میں برطانوی افسروں کی بھرتی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ 200 سال تک ہندوستان میں ذمہ داریاں نبھانے والے برطانیہ کو ماؤنٹ بیٹن نے یہاں سے نکلنے کے لیے صرف 73 دن کی مہلت دی۔ ماؤنٹ بیٹن اور اسمے نے اپنا منصوبہ برطانوی کابینہ کو پیش کیا اور وہ 31 مئی کو واپس ہندوستان پہنچ گئے۔ برطانوی مسلم ہند کے مورخوں کے ریکارڈ کے مطابق 3 جون کا منصوبہ مسٹر جناحؒ کے لیے ایک کڑوی گولی تھی۔ اس سے ایک عظیم پاکستان کے حصول کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ مسٹر جناحؒ نے اپنی منظوری تحریری طور پر ریکارڈ نہیں کرائی بلکہ اپنی منظوری کے لئے خاموشی سے اپنے سر کا ہلکا سا اشارہ کر دیا۔

ماؤنٹ بیٹن کی جلد بازی

2 جون کو صبح دس بجے ہونے والی میٹنگ میں ہندوستانی لیڈروں کو صاف صاف بتا دیا گیا تھا کہ جونہی برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان کی آزادی کا قانون پاس کرے گی اقتدار عجلت کے ساتھ ہندوستان اور پاکستان کو منتقل کر دیا جائے گا۔ مسٹر جناحؒ نے ماؤنٹ بیٹن سے کہا کہ اسے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت درکار ہے لیکن ماؤنٹ بیٹن نے جواب دیا کہ وہ ایک ہفتہ تو کیا ایک دن بھی انتظار نہیں کر سکتا۔

بعد ازاں ماؤنٹ بیٹن نے لی پیئر اور کولنز کو بتایا کہ انتقالِ اقتدار میں عجلت کا مطلب پاکستان کی تحقیر کرنا نہیں تھا۔ وہ بہت زیادہ احتجاج کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جا رہا تھا کہ معاملات میرے ہاتھوں سے نکلے جا رہے تھے۔ میں نفرت انگیز چیزوں کو غصہ سے پیچ و تاب کھاتے دیکھ رہا تھا۔ صورتِ حال دھماکہ خیز محسوس ہو رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم آتش فشاں کے دہانے پر کھڑے ہیں۔

اس نے اس امر کی کبھی وضاحت نہیں کی کہ برطانیہ کی نسبت ہندوستان اور

Marfat.com

پاکستان کو قابو میں رکھنے کی کیوں ضرورت ہے۔ مورخین اور مبصرین جو بالعموم مفروضوں اور حقائق پر مبنی جوابی تاریخ پر زیادہ نکتہ چینی کرتے ہیں' اس معاملے میں بھی یہ لکھنے والوں کی صف اول میں ہیں کہ ماؤنٹ بیٹن نے انتقالِ اقتدار کا اصل وقت (1948ء) بدل دیا تھا ورنہ قتل عام اس سے بھی زیادہ بھیانک ہوتا۔ بہت سے لوگوں نے جنہوں نے وہاں (ہندوستان میں) خدمات انجام دی تھیں جیسے سر جارج کننگھم صوبہ سرحد کا ایک سابق گورنر اور وائسرائے کا پرائیویٹ سیکرٹری' انہیں یقین تھا کہ پنجاب کے فسادات ماؤنٹ بیٹن کے عدم تدبر کا براہ راست نتیجہ تھے جس نے تقسیمِ ہند کی تاریخ نہایت عجلت میں اور اچانک بدل دی تھی۔ مجھے (مصنف) یقین ہے کہ اگر پنجاب کو آٹھ نو ماہ کا وقت دیا جاتا تا کہ وہ اپنے معاملات صحیح طریقے سے طے کر لیتا تو اگست' ستمبر اور اکتوبر کا خوفناک قتلِ عام ہرگز نہ ہوتا۔ مزید 9 ماہ کا عرصہ حالات کی بہتری کے لیے مناسب ہوتا کیونکہ ماؤنٹ بیٹن کی ہیجان خیزی سے قبل حکومت مسٹر ایٹلی کے 20 فروری کے بیان کے زیر اثر تھی۔ ہندوستان کے وزیر خارجہ لارڈ لسٹوویل کے پرائیویٹ سیکرٹری سر رونالڈ ہیریس نے کہا ''ہماری جبلت کہتی ہے کہ یقیناً تمام امور ان ہیبت ناک واقعات کے بغیر بھی انجام دیئے جا سکتے تھے''۔ یہ بات بحث طلب ہے کہ انتقالِ اقتدار کی مدت نہایت مختصر تھی اور انڈیا آفس میں تمام افسر اس صورت حال سے ناخوش تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کے نظم ونسق کا کوئی تجربہ نہ تھا اور اسمے کو بھی اس سے الگ ہوئے دس سال ہو چکے تھے۔ تقسیمِ ہند کے ایک مورخ کا کہنا ہے کہ: ''ماؤنٹ بیٹن اور اسمے دونوں کو حالات خطرناک اور بھیانک دکھائی دے رہے تھے لیکن اس بارے میں انہوں نے کچھ بھی نہ سوچا تھا جبکہ ایک ڈپٹی کمشنر یا کسی صوبے کا ہوم سیکرٹری بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ امن کی بحالی کے بعد ہی اقتدار کی منتقلی عمل میں آ سکتی ہے۔ اور امن نہایت زبردست اقدامات کے ذریعہ ہی قائم کیا جا سکتا تھا۔ وہ بخوبی سمجھ جاتے کہ بگڑتی ہوئی صورتِ حال انتشار میں بدل سکتی ہے جس کا الزام بہر حال برطانیہ پر آئے گا''۔ ماؤنٹ بیٹن کو فرقہ

Marfat.com

وارانہ تشدد اور انتشار کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ سٹاف میٹنگوں کی کارروائی سے اس قسم کی بے شمار مثالیں اخذ کی جا سکتی ہیں۔ 26 جولائی کو جب ہنگامی کمیٹی کی ضرورت خطرناک حد تک محسوس کی جا رہی تھی اور پنجاب میں فسادات سنگین صورت اختیار کر چکے تھے تو ماؤنٹ بیٹن اس سوال پر بحث کر رہا تھا کہ بحیثیت گورنر جنرل اس کا نیا جھنڈا کیسا ہونا چاہیے۔ یہ مباحثہ صبح کی سٹاف میٹنگ میں ہو رہا تھا۔ 3 جون کے منصوبے کی وضاحت کے لیے اس نے جو پریس کانفرنس کی تھی، اس میں وعدہ کیا تھا کہ آبادی کا تبادلہ تین ہفتوں میں مکمل کر لیا جائے گا لیکن اس بارے میں بھی کچھ نہ کیا گیا۔ پناہ گزینوں کے کیمپوں میں مناسب حد تک اشیا مہیا نہیں کی جا رہی تھیں۔ اسے اگر کوئی فکر تھی تو یہ کہ اس کے جھنڈے کی ساخت درست نہیں تھی۔

انتقالِ اقتدار کے وقت کا تعین

ماؤنٹ بیٹن نے انتقالِ اقتدار کا وقت (14-15 اگست 1947ء کی درمیانی شب) اس لیے مقرر کیا تھا کہ اس دن جاپان کے ہتھیار ڈالنے کی دوسری سالگرہ تھی۔ یہ وقت مقرر کرنے کی اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ ماؤنٹ بیٹن نے لاف زنی کرتے ہوئے کہا کہ میں نے انتقالِ اقتدار کی تاریخ اپنی پریس کانفرنس میں سوالوں کے جواب میں بہت کچھ قطع برید کے بعد چُنی ہے۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ ساری صورت حال میری اور صرف میری وضع کردہ ہے۔ مضحکہ خیز حد تک انتقالِ اقتدار میں عجلت سے بلی کو زرد چڑیوں میں چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو جائیں۔ جب پریس کانفرنس میں جو اُس نے 3 جون کے منصوبے کی وضاحت کے لیے منعقد کی تھی، اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ فیصلہ برطانیہ کو حیران کرنے کے لیے کیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ خبر تو سب کے لیے تھی۔ میں نے متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے کی رپورٹ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ 15 اگست کو انتقالِ اقتدار کا فیصلہ کسی جلد بازی میں نہیں کیا گیا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے کیمبل جانسن اور ایچ وی ہوڈسن کو تقسیمِ ہند کی سرکاری تاریخ لکھنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ ان دونوں نے بھی درحقیقت ماؤنٹ بیٹن کے مؤقف کو ہی

Marfat.com

دہراتے ہوئے لکھا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے انتقالِ اقتدار کی نئی تاریخ کی منظوری وزیر خارجہ لارڈ لسٹوویل سے لے لی تھی اور اس مقصد کے لیے اس نے وزیر خارجہ کو ایک دن قبل خط لکھا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے یہ دن اس کے باوجود منتخب کیا تھا کہ اس دن مسلمانوں کا مقدس مذہبی تہوار تھا۔ اگرچہ اکثر اوقات اس دن کو ماؤنٹ بیٹن کی کامیابی کا دن قرار دیا جا رہا تھا لیکن اس کی پریس کانفرنس اس قسم کی باتوں سے لبریز تھی کہ ''میں ایک ایسا مکینک ہوں جس نے کار کو چالو حالت میں رکھا ہوا ہے لیکن حقیقت میں میں ڈرائیور کی سیٹ پر نہیں بیٹھا''۔ اگر وہ خود کو محض ایک مکینک سمجھتا تھا تو اس نے وائسرائے کی حیثیت سے اپنی حیثیت کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ لی پیئر اور کولینز کے سامنے ماؤنٹ بیٹن کا موقف دوسرا تھا۔ اس نے انہیں بتایا کہ ''میرے بارے میں عوام کے تاثرات یہ تھے کہ مجھے اعلیٰ ترین مراعات حاصل ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے زمین پر دنیا کا بے حد مضبوط انسان بنا دیا گیا ہے''۔ ''ایک سلطنت کا خاتمہ'' کے مورخ آر جے مُور نے کہا ہے کہ نہ صرف بعض کنزرویٹو بلکہ چیفس آف سٹاف نے بھی غیر کانگرسیوں مثلاً ریاستوں، سکھوں، مسلمانوں وغیرہ کے لیے الگ انتظامات کرنے کی حمایت کی ہے، بشرطیکہ کانگرس دولتِ مشترکہ سے باہر رہنے کا فیصلہ کرے۔ ماؤنٹ بیٹن انتقالِ اقتدار سے قبل برطانوی ہند کی فوج کو مضبوط کرنے کی تمام کوششوں کی مزاحمت کرتا رہا۔ جیسا کہ اس نے 9 مئی کو اپنی سٹاف میٹنگ میں بتایا ''اگر ہندوستان کو 1947ء میں نوآبادی کا درجہ دیا گیا (یعنی دولتِ مشترکہ میں رہتے ہوئے آزادی دی گئی) تو یہ اس کا حق ہوگا کہ برطانوی افواج جس قدر جلد ممکن ہو سکے، ہندوستان سے نکل جائیں۔ اس پالیسی کے پنجاب کی تقسیم کے وقت نہایت تباہ کن نتائج نکلتے اور کانگرس کی پالیسیوں کے سبب خود اسے اور پاکستان اور ہندوستان کے مشترکہ کمانڈر انچیف فیلڈ مارشل آکن لک کے ہمراہ ہندوستان سے نکلنا پڑتا۔ نکتہ چینی سے بچنے کے لیے ماؤنٹ بیٹن نے بڑی چالاکی کے ساتھ آکن لک پر پاکستان کا حامی ہونے کا الزام لگا دیا۔

Marfat.com

فسادات کو روکنے سے گریز

یہ کہا جاتا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لیے ماؤنٹ بیٹن کے پاس مناسب طاقت نہیں تھی اور یوں یہ بات انتقالِ اقتدار میں عجلت کا جواز بنتی ہے۔ تاہم ان سٹاف میٹنگوں سے جو 3 جون کے منصوبے کے اعلان سے قبل 31 مئی کو منعقد ہوئی تھیں، اس کے برعکس شہادت ملتی ہے۔ اس دن کی پہلی میٹنگ میں گورنر بنگال کا ایک خط زیر بحث آیا۔ اس خط میں کہا گیا تھا کہ (صوبوں کی) تقسیم کی صورت میں نہایت سنگین حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ موجودہ قوانین فسادات کو کچلنے کے لیے زیادہ سے زیادہ طاقت استعمال کرنے کی اجازت دیتے ہیں اور ان قوانین میں ترمیم کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ درحقیقت ضرورت اس بات کی تھی کہ ماؤنٹ بیٹن کو جو اختیارات حاصل تھے ان پر سختی سے عمل کیا جاتا اور دہشت گردوں کو قید اور نظر بند کر دینے جیسے اقدامات کیے جاتے لیکن اس نے اس قسم کے اقدامات کو ''وسیع القلبی'' کے خلاف سمجھا' چنانچہ فسادات جاری رہے۔ اس طرح حالات نازک صورت اختیار کرتے چلے گئے جن سے ماؤنٹ بیٹن کے 3 جون کے منصوبے کا جواز بنتا تھا تاکہ پاکستان کی پرواہ کیے بغیر ہندوستان کو برطانوی دولتِ مشترکہ میں شامل رکھا جائے۔ ماؤنٹ بیٹن کے نزدیک امن و سلامتی سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ ہندوستان کو برطانوی دولتِ مشترکہ میں شامل ہونے کی ترغیب دی جائے۔ بعد ازاں اس نے وضاحت کی کہ ہندوستان کے دولتِ مشترکہ میں شامل ہونے کی اہمیت اس کے لیے بہت زیادہ تھی اور میں چاہتا تھا کہ اس جذباتی پس منظر میں میرا ہر قدم اس مقصد کے لیے صحیح سمت میں اٹھے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے اس وہم کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہندوستان کو روسی بلاک سے باہر رکھا جائے بلکہ اس کی وجہ عالمی وقار کی بجائے محض برطانیہ اور ماؤنٹ بیٹن کا ذاتی وقار تھی۔ دولتِ مشترکہ میں شامل نہ ہونے کی دھمکی نے کانگرس کے ہاتھ میں ہتھیار دے دیا تھا جسے وہ اپنی پوری طاقت سے استعمال کر رہی تھی۔ تین

Marfat.com

جون کے منصوبے کا ایک خطرناک نقص یہ تھا کہ لندن کے وکیل مسٹر ریڈ کلف کو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان حد بندی کے لیے بہت کم وقت دیا گیا تھا۔ وہ اس سے قبل کبھی ہندوستان نہیں آیا تھا۔ اس نے بعدازاں کہا کہ اگر اسے دو سال کا وقت دیا جاتا تو وہ اپنا فرض احسن طریقے سے نبھا سکتا تھا لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اسے حد بندی کے لیے صرف 40 دن دئے تھے۔ اس نے حد بندی کمیشن کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا کام 14 اگست تک مکمل کر لے جو ناممکن تھا۔ ابتدا میں ریڈ کلف کی مدد کے لیے چار مسلمان اور چار ہندو سینیئر جج مقرر کیے گئے جو مل کر کام نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں برخاست کر دینا چاہئے تھا تاکہ وہ اپنے طور پر کام جاری رکھ سکتا۔ ماؤنٹ بیٹن جانتا تھا کہ ریڈ کلف کے فیصلے جنہیں ایوارڈ کا نام دیا گیا تھا' کس قدر دھماکہ خیز ہوں گے۔ اس سٹاف میٹنگ میں جس میں اس نے ریڈ کلف کو ہدایت کی کہ وہ اپنی رپورٹ 14 اگست تک مکمل کر لے' ماؤنٹ بیٹن کو گورنر پنجاب کا ٹیلی فون پر ایک پیغام ملا جس میں ان مشکلات پر تشویش ظاہر کی گئی تھی جو حد بندی کمیشن کے پہلے اجلاس میں سامنے آئی تھیں۔ سادہ سی بات یہ تھی کہ تقسیم پنجاب کے بعد پاکستان کے حصے میں آنے والے مغربی پنجاب میں ہندو خوفناک حد تک پھنس کر رہ جاتے اور مشرقی پنجاب میں جو بھارت کے حصے میں آئے گا' یہی حالت مسلمانوں کی ہوگی۔ انہیں خواہ کتنی ہی ضمانتیں دی جائیں' انہیں مذہبی اختلاف کے سبب حملوں اور جائیداد کی ضبطیوں کا خطرہ رہے گا۔ جونہی ایوارڈ کا اعلان ہوگا اور شہروں اور دیہات کے لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ وہ کس ملک کے شہری بنے ہیں تو وہ اپنے ہم مذہب ملک کی طرف نقل مکانی شروع کر دیں گے۔

سکھوں کی دھمکی

خطرات میں اس وقت مزید اضافہ ہو گیا جب سکھوں نے دھمکی دی کہ وہ دہشت گردی بالخصوص اپنے مسلمان ہمسایوں سے دشمنی مول لے کر اپنے لیے علیحدہ سکھ ریاست قائم کریں گے۔ مارچ 1947ء کی ابتدا میں دہلی کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے پیشگوئی کی

102370

Marfat.com

کہ پنجاب میں جونہی تقسیم کی حد بندی ہوگی تو مغربی پنجاب میں سکھوں کی اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی تکہ بوٹی کر دی جائے گی۔ اندازہ لگایا گیا کہ تقسیمِ ہند کے بعد 4 ماہ میں ایک کروڑ بیس لاکھ افراد ایک سے دوسرے ملک کی طرف نقل مکانی کر جائیں گے۔ ہزاروں لاکھوں افراد کے قافلوں پر دوسری جنگِ عظیم کے ہتھیاروں سے حملے ہوں گے۔ قتل اور خواتین کی بے حرمتی کی وارداتیں ہوں گی اور یوں لوگوں کو فرقہ وارانہ انتقام کا نشانہ بنایا جائے گا۔ ریڈکلف کمیشن کو ہدایت کی گئی کہ وہ پنجاب کی ہندو اور مسلم اکثریت کی بنیاد پر حد بندی کرے لیکن ایسا کرتے وقت وہ 'دوسری باتوں' کو بھی پیش نظر رکھے مگر اس کی وضاحت نہیں کی گئی کہ 'دوسری باتوں' سے کیا مراد ہے۔ لیکن اگر ماؤنٹ بیٹن کے نام لسٹوویل کے ایک خط کو پیش نظر رکھا جائے جس میں حد بندی کمیشن نے قواعد وضوابط کا ذکر کیا تھا تو اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سکھوں کے تحفظ' ان کی جغرافیائی' مذہبی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھا جانا مقصود تھا تاکہ انتقالِ اقتدار تک انہیں خاموش رکھا جا سکے۔ ریڈکلف نے اس حوالے سے اپنی پوری کوشش کی۔ دس دن تک لاہور میں عام سماعت ہوئی لیکن وہ ایک دن بھی اس میں شریک نہ ہو سکا کیونکہ ان دنوں وہ بنگال میں تھا۔ اپنی حتمی رپورٹ میں اس نے اعلان کیا کہ متفقہ سرحد کے نتیجے پر پہنچنا ناممکن ہے' اس لیے اسے اپنا فیصلہ نافذ کرنا ہوگا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے تسلیم کیا کہ نہروں' آبپاشی' ریلوے اور بجلی کے نظام کو حد بندی کے وقت مشترکہ رکھنا ناممکن ہوگا اور وہ ان مقاصد کے لیے دونوں نوآبادیوں سے تعاون کی اپیل ہی کر سکتا ہے۔

ماؤنٹ بیٹن کی مشکوک غیر جانبداری

سرحد بندی کمیشن کسی اختلافی بحث سے بچنے اور برطانیہ اور ماؤنٹ بیٹن کو حد بندی سے علیحدہ رکھنے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ ماؤنٹ بیٹن حد بندی کے معاملے میں کوئی ذاتی دلچسپی نہیں لے گا۔ ابتدا میں اس کی عدم دلچسپی کے دعوؤں کو تسلیم کر لیا گیا

Marfat.com

تاہم حال ہی میں ایسی شہادتیں ملی ہیں جو ماؤنٹ بیٹن کی عدم دلچسپی کے دعووں کو چیلنج کرتی ہیں۔ ان شہادتوں سے پنڈت نہرو کے بھارت کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کی غیر جانبداری کے دعوے مشکوک ہو جاتے ہیں جس کا اس نے پہلا گورنر جنرل بننا تھا۔ پاکستان سے وہ پہلے ہی نفرت کرتا تھا اور اُس کے رہنما کا وہ نجی صحبتوں میں مضحکہ اڑایا کرتا تھا۔ فروری 1992ء میں ایک ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ جج کرسٹوفر بیومونٹ نے دفتر خارجہ کی اجازت سے انکشافات کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں اس نے بتایا کہ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند سے چند روز قبل بھارت کے حق میں ناجائز طور پر اہم فیصلے کیے تھے۔ بیومونٹ ریڈکلف کمیشن کا سیکرٹری تھا۔ اسے اپنے مشاہدات کے انکشاف کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب اس نے دیکھا کہ اس کے پوتے نے تاریخ میں کیمبرج یونیورسٹی سے امتیازی سند حاصل کرنے کے لیے ہندوستان میں انتقالِ اقتدار کا مضمون خاص طور سے چنا ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ باؤنڈری کمیشن کا ایوارڈ 9 اگست تک مکمل ہو جائے گا تو سر ایون جینکنز نے دہلی سے دریافت کیا کہ پنجاب کے بارے میں کمیشن کے کیا ارادے ہیں۔ اگلے سال اس نے لکھا کہ یہ محض ایک عام مصلحت بینی کا مسئلہ تھا۔ پولیس اور فوج پہلے ہی بڑھا دی گئی تھی اور میں برطانوی فوج کے ان اشاروں کا حامی تھا کہ بدترین امکانی صورتِ حال پیدا ہو سکتی ہے۔ بیومونٹ کے مطابق یہ اس لیے تھا کہ جن علاقوں میں تشدد کا زیادہ خطرہ تھا' وہاں فوج بھیجی جا سکے۔ اس لیے بیومونٹ نے وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری جارج ایبل کو بتایا کہ ریڈکلف نے سرحد کی لکیر کہاں کھینچی ہے اور ایبل نے جینکنز کو ایک خط کے ہمراہ ایک نقشہ بھیجا۔ نقشے میں فیروز پور اور زیرہ کی تحصیلیں پاکستان میں دکھائی گئی تھیں۔ یہ مسلم اکثریت کے علاقے تھے۔ یہ تحصیلیں دریائے ستلج کے مشرق میں مغربی پنجاب میں تھیں۔ ان کی آبادی پانچ لاکھ تھی۔ زیرہ میں 65 فیصد مسلمان تھے اور فیروز پور میں ان کی آبادی کا تناسب 55 فیصد تھا۔ ریڈکلف کمیشن کے لیے وضع کردہ قواعد وضوابط کے مطابق اگر ''دیگر عوامل'' اثر انداز نہ ہوتے تو یہ تحصیلیں خود بخود پاکستان میں شامل ہو جانی چاہئیں تھیں لیکن ''دیگر عوامل'' اور

Marfat.com

ماؤنٹ بیٹن کی حمایت نے کمزور پاکستان کے خلاف بھارت کو مضبوط کیا۔ ایبل کا نقشہ اور خط 8 اگست کو گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں پہنچے۔ 11 اگست کو جینکنز کو ایبل کا ایک تار ملا جس میں لکھا تھا ''نمایاں خدوخال مٹا دیئے جائیں'' اس کا مطلب تھا کہ ستلج کے خدوخال جہاں فیروز پور اور زیرہ کی تحصیلیں واقع تھیں، پاکستان کی بجائے ہندوستان کو دے دی گئی ہیں۔ جیسا کہ جینکنز نے اگلے سال بتایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اور مودی اس وقت اکٹھے بیٹھے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فیروز پور کا پورا ضلع ہندوستان کو دے دیا گیا ہے۔ سندھ کے سابق گورنر سر فرانسس مودی نے ہندوستان کی سول سروس میں پچیس سال گزارے تھے۔ آزادی کے بعد وہ مغربی پنجاب (پاکستان) کا گورنر بنا تھا۔ اسے بھی یہ واقعہ یاد تھا۔ فیروز پور ہندوستانی فوج کا ایک اہم اسلحہ ڈپو تھا۔ جب ایبل کا یہ تار پہنچا تو اس کا ذکر اس نے اپنی غیر مطبوعہ یادداشتوں میں کیا۔ ان یادداشتوں میں اس نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ فیروز پور ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس طرح پاکستانی فوج کو اہم اسلحہ سے محروم کر دیا گیا۔ اس اچانک تبدیلی کی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی کہ آخری وقت پر یہ فیصلہ کیوں کیا گیا لیکن میرے لیے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ کارروائی ریڈکلف پر ماؤنٹ بیٹن اور اس کی حکومت کے دباؤ کا نتیجہ نہیں تھی۔ فیروز پور کے اسلحہ ڈپو کے ہندوستان کے حوالے کر دیئے جانے کا نقصان پاکستان پر کاری ضرب تھا جسے ہندوستانی فوج کی تقسیم کے نتیجے میں اپنے حصے کا سامان نہ ملنے سے بھاری نقصان پہنچا تھا۔ جب جینکنز کے پرائیویٹ سیکرٹری نیو وارث ایبٹ نے پوچھا کہ کیا نقشے اور اس کے ساتھ ملنے والے خط کو ترمیمی ٹیلیگرام کے نتیجے میں تلف کر دینا چاہئے تو گورنر نے جواب دیا کہ میں اسے پہلے ہی مغربی اور مشرقی پنجاب کے اپنے جانشین گورنروں کو دکھا چکا ہوں، اس لیے اب ایسا کرنا غیر اخلاقی حرکت ہوگی۔ اس طرح سرحد میں تبدیلی کی شہادت اس کے کاغذات میں برقرار رہی۔ یہاں تک کہ آزادی کے بعد یہ کاغذات حکومتِ پاکستان کے ہاتھ لگ گئے۔

Marfat.com

مہاراجہ بیکانیر پر دباؤ

آخری وقت پر کس طرح یہ اہم علاقے پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے' یہ معاملہ راز ہی بنا رہا یہاں تک کہ بیومونٹ نے 45 سال بعد اس راز پر سے پردہ اٹھا دیا۔ اس نے بتایا کہ ماؤنٹ بیٹن نے نہرو اور مہاراجہ بیکانیر کے دباؤ پر جس کی ریاست فیروز پور کی سرحد پر واقع تھی' ریڈکلف کو ترغیب دی کہ وہ ایوارڈ کو بدل کر فیروز پور اور زیرہ کی اکثریت والی تحصیلیں بھارت میں شامل کر دے۔ وہ نہریں جن کے ذریعہ ریاست بیکانیر کی زمینوں کو سیراب کیا جاتا تھا' ان کے ہیڈ ورکس فیروز پور میں تھے اور مہاراجہ کو جو ماؤنٹ بیٹن کا پرانا دوست تھا' خطرہ تھا کہ اگر یہ علاقہ پاکستان میں چلا گیا تو اسے قائداعظم محمد علی جناحؒ کنٹرول کریں گے جس سے اس کی زراعت متاثر ہو گی لیکن سوال یہ ہے کہ آخر ماؤنٹ بیٹن' نہرو اور مہاراجہ کو کیسے معلوم ہوا کہ ریڈکلف کے خفیہ نقشے میں ان تحصیلوں کو کس ملک میں دکھایا گیا ہے۔ بیومونٹ کو 9 جولائی 1947ء کو حد بندی کمیشن کا سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا۔ یہ خود ریڈکلف کے تقرر سے ایک دن بعد کی بات ہے۔ ریڈکلف کا تقرر حد بندی کمیشن کے چیئرمین کے طور پر عمل میں آیا تھا۔ اس سے اگلے دن راؤ صاحب وی ڈی آیر کو اسسٹنٹ سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اس اسامی پر متعین شخص نے بطور کلرک فرائض انجام دینے تھے۔ بیومونٹ کا کہنا ہے کہ آیر بلاشبہ حکومت کا وفادار ملازم تھا لیکن یہ حکومت تو اب ختم ہو رہی تھی۔ تین افسروں میں سے جنہیں علم تھا کہ کمیشن کس طرح حد بندی کے کام کو آگے بڑھا رہا ہے' ایک نشست پر کسی ہندوستانی کو مقرر کرنا ایک غلطی تھی۔ آیر ہندو تھا اور بیومونٹ کے خیال میں اس بات کا زبردست امکان تھا کہ یہ ہندو اہلکار وی پی مینن اور پنڈت نہرو کو آگاہ کرتا رہا ہو کہ سرحد کا تعین کس طرح کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ہندوستان بھر کے سرکاری ملازمین اپنے اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ 15 اگست کے بعد کیا صورتِ حال ہو گی اور آیر کو بھی اس سے مستثنیٰ قرار

Marfat.com

نہیں دیا جا سکتا۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اس وقت کے حالات کے مطابق آر ہی راز کے انکشاف کا ذریعہ تھا۔ 12 اگست کو نہرو نے اس امر پر گہری تشویش کا اظہار کیا کہ چٹا گانگ کے پہاڑی علاقے کو جہاں ہندوؤں اور بودھوں کی اکثریت ہے' پاکستان کے حوالے کیا جا رہا ہے اور یہ اس سے ایک دن پہلے کی بات ہے جب بیومونٹ نے کمیشن کی رپورٹ وائسرائے کو پیش کی۔ جیسا کہ بیومونٹ نے کہا ہے کہ راز کے انکشاف کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے کہ نہرو کو آر کے ذریعہ یہ معلوم ہوا ہوگا کہ چٹا گانگ کا پہاڑی علاقہ پاکستان کو دیا گیا ہے۔ آ کن لک کے پرائیویٹ سیکرٹری شاہد حامد نے 9 اگست کو اپنی ڈائری میں لکھا "باؤنڈری کمیشن عنقریب آنے والے ایوارڈ کے بارے میں باتیں کر رہا ہے۔ اس کے بہت سے اہم خدوخال ماؤنٹ بیٹن اور باؤنڈری کمیشن کے سٹاف کے ذریعہ پہلے ہی منکشف ہو چکے ہیں...... عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ماؤنٹ بیٹن اس کے ردو بدل میں مصروف ہے جس کے ذریعہ فیروز پور کا ہیڈ ورکس ہندوستان کو دیا جا رہا ہے۔ حامد کی یہ ڈائری زیگلر کی تحریر کردہ ماؤنٹ بیٹن کی سوانح عمری کے بعد منظر عام پر آئی۔ مسلم لیگ کی گھبراہٹ بالکل درست تھی۔ ماؤنٹ بیٹن پر نہرو کا جو اثر تھا' وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کے سٹاف کے بعض ارکان بھی نہرو کے زیر اثر تھے۔ وائسرائے کے پرائیویٹ اسسٹنٹ سیکرٹریوں میں سے ایک جان کرسٹی نے 9 اگست کو اپنی ڈائری میں لکھا کہ مجھے ایبل نے بتایا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن تھپک تھپک کر اسے اس امر سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے کہ اسے ریڈ کلف سے ایوارڈ کی تبدیلی کے لیے نہ کہا جائے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب خود ماؤنٹ بیٹن کو بھی علم نہ تھا کہ سرحدی لکیر کہاں کھینچی جا رہی ہے۔ بلاشبہ اس نے 12 اگست کو کرسٹی اور کیمبل جانسن سے کہا کہ وہ ریڈ کلف سے بات کر کے یہ معلوم کریں کہ وائسرائے ان کے ایوارڈ کی کب تک توقع رکھ سکتا ہے۔ اگر بیومونٹ کا بیان صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کو علم تھا کہ سرحد کہاں بنائی جا رہی ہے۔ کیمبل جانسن کو یہ

Marfat.com

یقین نہیں کہ ماؤنٹ بیٹن اسے گمراہ کر رہا تھا لیکن اگر ایسا تھا تو وہ پہلا یا آخری شخص نہیں تھا۔ کانگرس جو خود کو فرشتہ قرار دے رہی تھی' ایوارڈ تبدیل کرانے کے لیے ریڈ کلف پر دباؤ ڈالنے کے لیے کوشاں تھی خواہ ایوارڈ کی تبدیلی ماؤنٹ بیٹن کی سہولت کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ وی پی مینن 11 اگست کو آدھی رات کے وقت ریڈ کلف سے ملنے اس کے بنگلے پر گیا۔ بیومونٹ نے جو خود بھی وہاں رہتا تھا' اسے نرمی سے بتایا کہ ریڈ کلف سے اس کی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ مینن نے کہا کہ اسے ماؤنٹ بیٹن نے بھیجا ہے۔ بیومونٹ نے پھر اسے سمجھایا کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے (بیومونٹ کے) خیال میں مینن نے برطانوی حکومت کے آخری ہفتے میں حالات کا اندازہ کر لیا تھا' اس لیے وہ عزت کے ساتھ واپس چلا گیا۔ یہ حیرانی کی بات ہے کہ کیا کانگرس نے برطانوی راج کے آخری دنوں میں حتمی حد بندی تبدیل کرانے کی کوشش نہیں کی تھی؟ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے۔ جیسا کہ مودی نے کہا کہ مستقبل میں پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کسی متوقع جنگ کے لیے جس اسلحہ اور فوجی سامان کی ضرورت تھی' وہ فیروز پور کے اسلحہ ڈپو میں تھا۔ یہ ماؤنٹ بیٹن کا فرض تھا کہ وہ کانگرس کو اس قسم کی حرکتوں سے روکتا اور زیگلر کا خیال ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے ایسا کیا تھا۔ اس نے اس کی سرکاری سوانح حیات میں لکھا کہ ساری وضاحت ایک نکتے پر مرکوز ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نہرو کے زیر اثر ریڈ کلف سے ایوارڈ تبدیل کرانے پر آمادہ ہو گیا ہو گا۔ کتاب تحریر کرتے وقت زیگلر کو یقین تھا کہ ہوش و خرد کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا اور ممکن ہے ماؤنٹ بیٹن سے امتیاز برتنے کا قصور سرزد ہو گیا ہو لیکن وہ پرلے درجے کا احمق اور بددیانت نہیں تھا جیسا کہ اس کے دشمن اس پر الزام لگاتے ہیں۔ یہ الفاظ بیومونٹ کے انکشافات سے بہت قبل تحریر کیے گئے تھے۔ زیگلر کا کہنا ہے کہ وہ ماؤنٹ بیٹن کو سونے کی ڈلی سمجھتا تھا لیکن بیومونٹ کے انکشافات کے بعد یہ سونا پتھر کا ٹکڑا بن گیا ہے۔ صبح کے ناشتے پر بیومونٹ نے ریڈ کلف کو رات کے وقت مینن کی آمد کے بارے میں بتایا۔ اسی صبح کو ریڈ

Marfat.com

کلف نے بیومونٹ کو بتایا کہ اسمے نے اسے دوپہر کے کھانے پر بلایا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ میں بیومونٹ کو ہمراہ نہ لاؤں کیونکہ کھانے کی میز پر فالتو مہمان کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ اسمے کو اس مکان میں رہتے ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ بیومونٹ کو علم تھا کہ اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ میرے شبہات بدستور قائم تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں اور ریڈکلف کسی تقریب میں ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے۔ اسی شام کو پنجاب کی سرحد بدل دی گئی اور فیروزپور اور زیرہ ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے۔

ریڈکلف پر ماؤنٹ بیٹن کا دباؤ

بیومونٹ کو یقین تھا اور شہادت بھی اس کے موقف کی تائید کرتی تھی کہ ریڈکلف سرحد میں تبدیلی کے لیے جو دریائے ستلج کے ساتھ ساتھ چلتی تھی، ماؤنٹ بیٹن اور اسمے کے دباؤ میں آ گیا تھا۔ ریڈکلف صرف چھ ہفتے ہندوستان میں رہا، اس لیے اسے پنجاب کی صورتِ حال کا علم نہ تھا۔ اس کی آزاد خیالی اور مستحکم یادداشت کے بارے میں صداقت پر مبنی جو بیانات تھے اور بقول زیگلر اور کیمبل جانسن اس کی دانشورانہ قانون دانی کے بارے میں جو تاثر تھا، ممکن ہے اس کا تعلق اس کے جذبۂ حُبُ الوطنی سے ہو کیونکہ ہندو لیڈر اس پر اپنی حُبُ الوطنی کا اظہار کر رہے تھے اور ممکن ہے کہ اس نے بھی جواب میں ایسے ہی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فیروزپور کا اسلحہ ڈپو ہندوستان کے حوالے کر دیا ہو۔ جیسا کہ ایک مورخ السٹیئر فیمن کا خیال ہے کہ یہ بات ناممکنات میں سے تھی کہ برطانوی ہند کی تجربے کار حکومت اہم ترین معاملات کو ریڈکلف جیسے غیر پیشہ ور پر چھوڑ دیتی خواہ یہ وہ وقت تھا جب یہ حکومت آخری سانس لے رہی تھی۔ ریڈکلف اگرچہ ایک ممتاز قانون دان تھا لیکن وہ پہلے کبھی ہندوستان نہیں آیا تھا۔ وہ پنجاب اور بنگال کی سرحدیں متعین کرنے کے لیے پہلی بار ہندوستان آیا تھا۔ لیمب کو یقین تھا کہ ریڈکلف کمیشن محض ڈھونگ تھا۔ اسے غیر ہندوستانی سمجھ کر تقسیم کا سارا بوجھ اس کے کاندھوں پر ڈال دیا گیا تھا تاکہ سرحدوں کے تعین

Marfat.com

سے متعلق غیر مقبول فیصلوں کی ذمہ داری سے ماؤنٹ بیٹن کو بچایا جا سکے۔ ماؤنٹ بیٹن کو امید تھی کہ وہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں کا گورنر جنرل بنے گا اور اس طرح اس کا کام بہت حد تک آسان ہو جانا تھا۔ آیا یہ بات صداقت پر مبنی تھی یا جیسا کہ کیمبل جانسن نے ڈیلی ٹیلیگراف میں شائع کردہ ایک خط میں کہا ہے کہ کمیشن نہایت نازک اور تقسیم کے ناگزیر عمل کا بنیادی حصہ تھا لیکن یہ سوال پھر بھی باقی رہتا ہے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لیے سرحد خفیہ طور پر تبدیل کی گئی تھی۔ کیمبل جانسن پنجاب مافیا کو الزام دیتا ہے اور جس طرح یہ بات باہر نکلی، اس میں وہ جینکنز، ایبل اور ایبٹ کو بھی شامل کرتا ہے۔ اگر جینکنز ایبٹ کے مشورے پر عمل کر کے نقشے کو ضائع کر دیتا تو یہ حکومتِ پاکستان کے ہاتھ نہ لگتا۔ تاہم ایسا ہوا اور بعد میں وزیر خارجہ ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں سرحد میں تبدیلی کی کھلم کھلا مذمت کی۔ بیومونٹ اس وقت تک واپس انگلستان جا چکا تھا۔ اس نے اس سے براہِ راست یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آخر ہوا کیا تھا، اس کے چیمبر میں ملاقات کی۔ وہ بہت شرمیلا تھا اور اس نے اس سے کبھی انکار نہیں کیا۔ اس نے مجھے خوش آمدید نہیں کہا اور عدیم الفرصت ہونے کی آڑ میں اس نے مجھے ٹرخا دیا۔ تاہم دولتِ مشترکہ سے تعلقات کے وزیر خارجہ فلپ نوئیل بیکر کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جسے ایٹلی نے ظفر اللہ خاں کی طرف سے سلامتی کونسل میں کھلم کھلا الزامات لگانے کے بعد اس معاملے کی چھان بین کرنے کے لیے کہا تھا۔ نوئیل بیکر نے وزیر اعظم کو جو رپورٹ دی، اس کے مطابق ریڈکلف نے تسلیم کیا کہ اس نے مجوزہ ایوارڈ کا پہلا ڈرافٹ دہلی میں حکام کو دکھایا تھا اور پھر مزید غور کے بعد دوسرا ڈرافٹ تیار کیا تھا جو پہلے ڈرافٹ سے مختلف تھا۔ اس وقت تک ریڈکلف، باؤنڈری کمیشن کے ساتھ تیار کردہ تمام کاغذات اور نوٹس ضائع کر چکا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے بعد ازاں اس کے کام پر نکتہ چینی کی تھی اور اس نے لی پیئر اور کولنز کو بتایا تھا "میں تمہیں ایک بھیانک سی بات بتاتا ہوں، وہ یہ کہ ریڈکلف کے ایوارڈ کے پس منظر میں گہری وجوہات نہ تھیں"۔

Marfat.com

بیومونٹ کو یقین تھا کہ ریڈکلف نے جو کچھ کیا' وہ سیاسی مصلحت کے تحت کیا۔ وہ ماؤنٹ بیٹن کے دباؤ میں آ گیا تھا۔ جب تمام معاملات آشکار ہو گئے تو ماؤنٹ بیٹن نے اس سے انکار کے لیے پورا زور لگا دیا اور الزام دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش کی۔ اس نے فروری 1948ء میں لندن میں اسے کو لکھا ''میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ جینکنز کی فائل میں ایسی کوئی شہادت موجود نہ ہوگی جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکے کہ ایوارڈ میں ردو بدل کیا گیا تھا۔ اس نے اپنے سابق چیف آف سٹاف سے کہا کہ وہ ایبل سے کہے کہ اگر یہ معاملہ دوبارہ اٹھے تو وہ جینکنز' ریڈکلف' ایبٹ اور بیومونٹ کے سامنے وضاحت کرے۔ ایبل اور بیومونٹ جنہیں ایبل جونیئر کی حمایت حاصل تھی اور وائسرائے کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری جان سکاٹ کا خیال تھا کہ بہتر یہ ہوگا کہ ماؤنٹ بیٹن نے جو کچھ کیا' اسے بحث کا موضوع نہ بنایا جائے۔ بیومونٹ نے کہا کہ ہم سب اس پر متفق ہو گئے کہ بھانڈا نہ پھوڑا جائے تاکہ دونوں ملکوں (ہندوستان اور پاکستان) کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر رہیں۔ اگرچہ جو کچھ ہوا' اس سے سر پینڈرل مون کو آگاہ کر دیا گیا تھا لیکن وہ اس پر رضامند ہو گیا کہ وہ برطانوی ہند کی اپنی تاریخ میں اس پر پردہ ڈال دے گا۔

نقشے' خط اور ٹیلی گرام کی اشاعت

ماؤنٹ بیٹن ابھی لندن میں ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ حکومتِ پاکستان ایبل کے نقشے' خط اور ٹیلی گرام کو شائع کرنے کا سوچ رہی ہے تو اس نے اسمے سے پھر رابطہ کیا تاکہ وہ (ماؤنٹ بیٹن) خود کو اختلافی معاملات سے الگ رکھ سکے۔ اس کا جواب شائع کیا جانا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ بیان جاری کس کو کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ یہ میری طرف سے نہیں ہونا چاہئے۔ ماؤنٹ بیٹن اس بارے میں سنجیدہ تھا کہ ظفر اللہ خان کے الزامات کا جواب ایٹلی یا ریڈکلف کو دینا چاہئے۔ اس نے مزید کہا کہ ایبل اور جینکنز سے اسمے کی مزید بات چیت ہو تو اسے اس بات پر زور دینا چاہئے کہ

Marfat.com

ایبل نے متعلقہ خط میرے علم کے بغیر بھیجا تھا۔ اس نے تسلیم کیا کہ لوگوں کو قائل کرنا بہت مشکل ہوگا کہ ایسا ہوا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ایبل اس کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا اور ماؤنٹ بیٹن نے اسے اختیار دے رکھا تھا کہ وہ جینکنز کو حالات سے پوری طرح باخبر رکھے' بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ ماؤنٹ بیٹن کی خود کو اس معاملے سے علیحدہ کرنے کی کوشش اور الزام ایبل پر دھرنے سے جان سکاٹ سمیت تمام واقفِ حال لوگوں میں ناراضگی کی لہر دوڑ گئی۔ تاہم 1948ء کے اعترافات کی صداقت کے باوجود وہ ابھی تک اس کا ذکر کرنے سے ہچکچا رہے تھے کہ درحقیقت ہوا کیا تھا۔ خوش قسمتی سے ماؤنٹ بیٹن کی خواہشات کے برعکس شہادت کا کچھ حصہ باقی ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ دراصل ہوا کیا تھا۔ اسمے کے کاغذات میں ماؤنٹ بیٹن کے اس خط کی نقل موجود ہے جو اس نے 2 اپریل 1948ء کو لکھا تھا۔ اس وقت ماؤنٹ بیٹن فیروز پور کے مسئلے پر بے نقاب ہو رہا تھا۔ وہ برطانیہ سے اس انداز میں تعاون کر رہا تھا کہ خود الزامات سے بری ہو جائے۔ یہ خط اسمے کو اس یاد دہانی کے لیے لکھا گیا تھا کہ ان دونوں نے ریڈ کلف کو کیا کہا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اسے کہا کہ وہ پڑھنے کے بعد اس خط کو جلا دے لیکن اسمے اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔ اس نے خط کو جلانے کی بجائے ماؤنٹ بیٹن کی تحریر کے حاشیے پر اہم ہدایات درج کر دیں۔ ''ہم محسوس کرتے ہیں کہ دونوں فریق ایوارڈ سے غیر مطمئن تھے اور 15 اگست کو قومی خوشی کے دن کے طور پر منانے کی بجائے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے۔'' ماؤنٹ بیٹن نے اپنے سابق چیف آف سٹاف کو 8 ماہ پہلے کے واقعات یاد دلائے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ ایبل نے اسے نقشے کے بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا جو اس نے جینکنز کو بھیجا تھا کیونکہ اس کے بقول یہ اقدام سٹاف کی سطح پر کیا گیا تھا۔ اس نے مزید کہا ''اگر میری یادداشت درست ہے تو جارج (ایبل) نے اس بات پر زور دیا تھا کہ یہ ایوارڈ حتمی نہیں تھا کیونکہ ریڈ کلف ابھی مشرقی اور مغربی پاکستان کے ایوارڈوں میں توازن پیدا کر رہا تھا لیکن

Marfat.com

ایبل نے جینکنز کو جو اصل خط بھیجا تھا' اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب ہر قسم کا تصور متعارف کرایا گیا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے مزید کہا ''اس مرتبہ میں ریڈ کلف سے تمہارے ہمراہ تمہارے مکان پر ملا تھا۔ اس ملاقات کا اصل مقصد اس تاریخ پر تبادلۂ خیالات کرنا تھا جس تاریخ کو ایوارڈ کا اعلان ہونا تھا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں نے ریڈ کلف سے پوچھا تھا کہ کیا وہ اپنے حتمی فیصلے کو 15 اگست کے بعد تک مؤخر کر سکتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ وہ (ریڈ کلف) اپنی بات پر قائم تھا اور اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے ایوارڈ کو 13 تاریخ سے زیادہ دنوں تک مؤخر نہیں کر سکتا۔ یہ سب باتیں ضبطِ تحریر میں لائی جا چکی ہیں لیکن ماؤنٹ بیٹن نے لکھا: ''جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اسے کہا کہ سکھوں کا رویہ ہماری توقعات سے کہیں زیادہ خراب ہو چکا ہے اور جب وہ مشرقی اور مغربی پاکستان کی سرحدوں میں توازن پیدا کر رہا تھا تو مجھے پوری امید تھی کہ وہ سکھ مسئلے کو اپنے ذہن میں رکھے گا۔ میرے خیال میں' میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر پاکستان کو کوئی رعایت دینی ہے تو وہ پنجاب کی بجائے بنگال میں دینی چاہئے کیونکہ وہاں کوئی سکھ مسئلہ نہیں ہے''۔ اس بیان کی جگہ اسمے نے پنسل سے خط کے حاشیے پر لکھا کہ ''مجھے یہ باتیں یاد نہیں ہیں''۔ کیا واقعی ابتدا میں سکھ ماؤنٹ بیٹن کی پریشانی کا سبب تھے اور اسے اسلحہ ڈپو اور ریاست کے مقابلے میں سکھ مسئلے سے زیادہ پریشانی تھی۔ اس سے توقع رکھی جا سکتی تھی کہ وہ خود زیادہ جرأت مندانہ اقدامات کر سکتا تھا۔

ہیڈ ورکس کا نظام مشترکہ رکھنے کی کوشش

اسمے کے نام اس کے خط کے دوسرے پیرے میں اس کے حقیقی خیالات کی عکاسی ہو جاتی ہے۔ ماؤنٹ بیٹن کے اپنے الفاظ میں: ''پھر بات چیت کا رخ نہروں کے ذریعہ آبپاشی اور ہیڈ ورکس کی طرف مڑ گیا اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' ریڈ کلف نے اس بارے میں کچھ باتیں کیں کہ اس نے ہیڈ ورکس کے نظام کو دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ رکھنے کی

Marfat.com

کوشش کی تھی جو کامیاب نہ ہو سکی اور میرے خیال میں اس نے یہ بھی کہا تھا کہ فیروز پور کا خیال رکھتے ہوئے سرحد کا تعین مشکل تھا اور میں نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ دونوں نو آبادیوں کے درمیان مشرقی اوز مغربی سرحدوں کا تعین منصفانہ طور پر پوری احتیاط سے کیا جائے اور یہ کہ وہ بنگال اور پنجاب کی سرحدوں میں توازن پیدا کرنے کے لیے ضروری قطع و برید کر سکے گا"۔ اس کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے کہا "میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اس بات چیت کا ریکارڈ نہیں رکھا کیونکہ میں اس کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا"۔ اسمے نے اس خط کا جواب 11 اپریل کو دیا۔ اس نے لکھا کہ "میں اس قسم کے متن سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میں نے جو واقعات اکٹھے کئے ہیں' وہ تمہارے بیان سے قطعاً مختلف ہیں"۔ کیا اسمے نے ماؤنٹ بیٹن کی خواہش کے مطابق اس کا 2 اپریل کا خط تلف کر دیا تھا؟ اس کا پتہ نہیں چلتا کہ ماؤنٹ بیٹن اور اسمے نے ریڈ کلف کے ساتھ کوئی ایسی ملاقات کی ہو جس کا ریکارڈ رکھا گیا ہو جس میں مشرقی اور مغربی ایوارڈ میں توازن کے قاعدے کی آڑ میں' جس کا کسی طرح بھی ماؤنٹ بیٹن سے کوئی تعلق نہ تھا' ریڈ کلف سے کہا گیا کہ وہ فیروز پور کے مخصوص معاملے میں ضروری قطع و برید کرے۔ یہاں اس امر کی شہادت موجود ہے کہ ماؤنٹ بیٹن نے ریڈ کلف پر دباؤ ڈالا کہ وہ ایوارڈ میں بھارت کے حق میں تبدیلی کر لے۔ اس نے حقائق کو چھپانے کے لیے یہ بھی کوشش کی تھی کہ اسمے کے لیے بھی ایک سرحدی لکیر کھینچ دے۔ ایک اور خط میں جو 11 اپریل کو ہی بھیجا گیا تھا' ماؤنٹ بیٹن نے اسمے کو جینکنز کی باتیں یاد دلائیں۔ جینکنز نے کہا تھا کہ ایبل کے بقول یہ مسئلہ کہ مجھے پیشگی اطلاعات دی جاتی تھیں' تمہاری صبح کی میٹنگوں میں کئی بار زیر بحث آیا اور جو اطلاعات مجھے دی جاتی تھیں' تم نے ان کی منظوری دی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن کا موقف تھا کہ اس نے ایبل کو اجازت دی تھی کہ وہ جینکنز کو پوری طرح باخبر رکھے لیکن اس نے مجھے کسی خاص اطلاع کے بارے میں نہیں بتایا تھا کہ اس نے جینکنز کو یہ خبر فلاں وقت بھیجی تھی۔ اس طرح یہ معمہ ابھی تک حل نہیں ہوا کہ اصل حقیقت کا علم کس کو کب اور کیونکر ہوا۔ اس کا زیادہ تر انحصار اس پر ہے کہ کیا کوئی اب بھی ماؤنٹ بیٹن پر

Marfat.com

اعتماد کرتا ہے یہاں تک کہ برطانوی ہند کا معروف مورخ سر پنڈرل مون جو بالعموم ماؤنٹ بیٹن کا حامی تھا' وہ نجی محفلوں میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار تھا کہ وہ اب اس پر زیادہ دیر تک اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔ شہادت کو مزید تقویت دہلی میں شائع ہونے والے کتاب سے ملتی ہے جس کا نام ہے 'ایک انجینئر کی یادداشتیں'۔ یہ بیکانیر کے ایک چیف انجینئر کنور سین کی یادداشتیں ہیں۔ اس نے 1922ء سے 1947ء تک پنجاب کے محکمۂ آبپاشی میں خدمات انجام دیں۔ اس کا دعویٰ ہے کہ مہاراجہ بیکانیر نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ریاست کے وزیراعظم سردار پانیکر کے ہمراہ 11 اگست 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن سے ملے اور اسے بتائے کہ اگر نہروں کے ہیڈورکس پاکستان کو مل گئے تو اس کا آبپاشی کا نظام بری طرح متاثر ہوگا۔ مہاراجہ کی ریاست بیکانیر فیروزپور کی سرحد پر تھی۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ اگر فیروزپور اور زیرہ کی تحصیلیں پاکستان کو دی گئیں تو وہ اپنی ریاست کو ہندوستان کی بجائے پاکستان میں شامل کر دے گا۔ شاہد حامد کی ڈائری میں یہ اقتباس درج ہے: ''فیروزپور میں واقع ہیڈورکس ماؤنٹ بیٹن کی انگیخت پر ہندوستان کے حوالے کر دیئے گئے کیونکہ ریاست بیکانیر کا مہاراجہ ماؤنٹ بیٹن کا پرانا دوست تھا۔ مہاراجہ نے اپنے وزیراعظم سردار پانیکر اور چیف انجینئر کو 11 اگست کو ماؤنٹ بیٹن سے ملاقات کے لیے بھیجا تھا اور ماؤنٹ بیٹن سے اس کی طویل ملاقات ہوئی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن کے حامیوں کا کہنا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے کاغذات یا ڈائری میں ایسا کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ اس سے سردار پانیکر اور انجینئر کنور سین کی کوئی ملاقات ہوئی تھی۔ تاہم جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ باؤنڈری ریکارڈ سے متعلق جو معاملات تھے اور جنہیں ماؤنٹ بیٹن ریکارڈ رکھنے کے قابل نہیں سمجھتا تھا' کسی مقصد کے تحت وہ اس بات چیت کا ریکارڈ نہیں رکھتا تھا۔ کنور سین کے بیان کے مطابق مہاراجہ کی دھمکی کی ماؤنٹ بیٹن کو خبر ملی تو اس کا رنگ فق ہو گیا۔ بیکانیر ایک بڑی ریاست تھی جس کی آبادی دس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ اس کا حکمران برطانوی راج اور ماؤنٹ بیٹن کا پرانا دوست تھا۔

Marfat.com

ریکارڈ سے دستاویزات غائب ہوگئیں

مون نے 1982ء میں تسلیم کیا کہ بعض دستاویزات ریکارڈ سے غائب تھیں جن میں سے بعض دستاویزات خود کنورسین کی تیار کردہ تھیں۔ اگر ماؤنٹ بیٹن یہ ارادہ کر چکا تھا کہ ایوارڈ میں ردّ و بدل کے لیے اس نے ریڈ کلف پر دباؤ ڈالنا ہے تو اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ ماؤنٹ بیٹن آزادی کے بعد کئی ماہ تک ہندوستان کا گورنر جنرل رہا۔ اس طرح وہ اس پوزیشن میں تھا کہ دستاویزات سے متعلق الزامات کے بارے میں اپنی چال کے بارے میں پردہ ڈال سکے۔ ماؤنٹ بیٹن کے لیے اس بات سے انحراف ممکن نہیں کہ مہاراجہ کے ایلچیوں نے اس سے ملاقات کی تھی اور یہ دھمکی بھی اس کے پیش نظر تھی کہ اگر فیروز پور ہیڈ ورکس پاکستان کو دے دیئے گئے تو مہاراجہ بیکانیر کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ وہ اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کر دے۔ نہرو نے بھی اس معاملے میں دباؤ بڑھایا۔ ماؤنٹ بیٹن کی اس خواہش کے بارے میں کہ ریڈ کلف پر دباؤ ڈالا جائے' کرسٹی کی ڈائری کے اندراج سے یہ معاملہ بالعموم سامنے آنے لگا۔ ایسا وی پی مینن کے ریڈ کلف کی قیام گاہ پر آدھی رات کو جانے سے اور ماؤنٹ بیٹن اور اسمے کی ریڈ کلف کے ساتھ ملاقات سے بھی مترشح ہونے لگا تاہم بیومونٹ کو اس صورتِ حال سے الگ رکھا جا سکتا ہے۔

ماؤنٹ بیٹن کے عملے کے دیگر ارکان نے بھی یاد دلایا کہ ماؤنٹ بیٹن کو اس بات پر غالب آنا چاہئے تھا کہ ایوارڈز میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہئے۔ اسے وائسرائے کے مسٹر جناحؒ سے تعصب' پاکستان دشمنی اور دولتِ مشترکہ کے لیے ایک مضبوط' وسیع اور طاقتور ملک کے وسیع تر تناظر میں دیکھنا چاہئے جس کا وہ (ماؤنٹ بیٹن) گورنر جنرل بننے والا تھا۔ فیروز پور کے بارے میں اس کا عمل اس لحاظ سے معقول نظر آتا ہے۔ بہر حال یہ فرائض' ایٹلی کے احکام اس کے وائسرائے کے عہدے کے حلف اور اس کے 3 جون کے منصوبے سے انحراف تھا حالانکہ 3 جون کے منصوبے کا تقاضا اور اس کا فرض تھا کہ وہ برطانوی راج کے

Marfat.com

نمائندے کی حیثیت سے قطعاً غیر جانبدار رہتا لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اس اعتماد کو دھوکا دیا۔ جمہوری احتساب کی کمی ریاست کے تصور میں ابتدا سے ہی ماؤنٹ بیٹن کے ترقی پسندانہ خیالات کے برعکس نظر آتی ہے۔ اس قسم کی ریاستیں 1947ء میں برصغیر کے ایک تہائی حصے پر پھیلی ہوئی تھیں اور ان کی آبادی ایک سو ملین ہندوستانیوں پر مشتمل تھی۔ اس طرح ریاستوں کے شہزادگان کانگرس کے نظریۂ اتحاد' سوشلسٹ اور سیکولر جمہوریہ کے لیے ایک دھمکی کا درجہ رکھتے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن نے 25 جولائی کو ایوانِ شہزادگان میں اپنی تقریر کے دوران یقین دہانیاں کرائی تھیں۔ ان کے باوجود یہ یقین کیا جا رہا تھا کہ کانگرس پارٹی شہزادگان کو اپنی سابقہ خود مختاری بحال رکھنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گی۔

ماؤنٹ بیٹن نے اپنی تقریر میں والیانِ ریاست کو یقین دلایا کہ وہ ان سے داخلی خود مختاری یا آزادی جیسی کوئی ناقابلِ برداشت قربانی طلب نہیں کر رہا۔ دفاع' خارجہ پالیسی اور مواصلات کے سوا مرکزی حکومت کو ریاستوں سے کچھ اور طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ یقین دہانی بہت جلد بے سود دکھائی دینے لگی اور جب ماؤنٹ بیٹن یہ یقین دہانیاں کرا رہا تھا تو اسے خود بھی ان کی قدر و قیمت کا علم تھا۔

الحاق کا حق والیانِ ریاست کو دے دیا گیا

تاہم ماؤنٹ بیٹن نے والیانِ ریاست کو یہ حق دیا کہ وہ جمہوری طریقے سے اپنے عوام کی رائے لیے بغیر خود یہ فیصلہ کرلیں کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا بھارت میں۔ یہ مسئلہ کشمیر کے معاملے میں متنازعہ بن گیا کیونکہ اس کے حکمران کا تعلق رعایا کی اکثریت کے مذہب سے نہ تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کو کسی ایک بات پر عمل کرنا تھا۔ یا تو وہ مہاراجہ کو اس کے حق سے محروم کر کے ریاست میں رائے شماری کراتا تاکہ پتہ چلتا کہ عوام ریاست کو پاکستان میں شامل کرنا چاہتے ہیں یا بھارت میں' یا ریاست کو داخلی خود مختاری کے تحت وفاقی ڈھانچے میں شامل کر دیتا۔ میسور جیسی بہت سی ریاستیں وفاقی ڈھانچے میں رہتے

Marfat.com

ہوئے اپنا نظم ونسق بہت بہتر طریقے سے چلا رہی تھیں۔ دراصل آزادی کے بعد کانگرسی حکومت کے نوکر شاہی جیسے ڈھانچے نے بعض ریاستوں کو بہت پیچھے رکھا تھا۔ سیاسی مشیر سرکونارڈ کورفیلڈ ریاستی امور کا ذمہ دار تھا۔ اسے یقین تھا کہ والیانِ ریاست جب اپنے مستقبل کے بارے میں کانگرس سے مذاکرات کرتے تھے تو ادغام کی علاقائی سکیموں نے ان کی آواز میں زور پیدا کر دیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شخصی اقتدار کی قدروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی انہیں نظر انداز کرنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ اب شخصی حکمرانی ختم ہو چکی ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا کے تجربے کے بعد ماؤنٹ بیٹن ان کے مفاد کے خلاف کچھ نہ کرتا تھا۔ جو سلطنت برطانیہ کے لیے دو جنگوں میں وفاداری کے ساتھ لڑتے رہے لیکن وہ ان کا بھی حامی تھا جو اس وقت بھی برطانیہ سے عدم تعاون کرتے رہے جب جاپانی ہندوستان کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔ ریاستوں کی وفاداری، قدامت پرستی اور ریاستوں کے استحکام کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کی رائے کورفیلڈ سے مختلف تھی۔ وہ دغابازی، ترغیب و تحریص اور آخر میں ان پر ظلم سے بھی گریز نہ کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ والیانِ ریاست اپنی تمکنت کے خاتمے سے قبل استقلال اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں۔ کورفیلڈ نے ایک متبادل پالیسی پیش کی جو والیانِ ریاست کو اقتصادی خودمختاری دیتی تھی جبکہ دہلی کی مرکزی حکومت صرف دفاعی امور اور خارجہ پالیسی کے فیصلے کرے۔ تاہم وائسرائے نے کورفیلڈ کو ریاستی امور سے دور رکھا اور ہندوستان کی ادھوری ریاستی وزارت کو ولبھ بھائی پٹیل اور وی پی مینن کے ذریعہ خود ہی چلاتا رہا۔ اس وقت سے اور اس کے بعد بھی ماؤنٹ بیٹن ریاستوں کو آزاد رہنے یا نوآبادیاتی درجہ اختیار کرنے سے روکتا رہا۔ وہ انہیں ترغیب دیتا رہا کہ وہ نئی حکومتوں میں سے کسی کے ساتھ معاملات طے کرلیں۔ 2 جون 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن نے دوپہر کا کھانا مہاراجہ بیکانیر اور نواب بھوپال کے ساتھ کھایا۔ نواب بھوپال کا خیال تھا کہ ریاستیں بھارتی سیاست میں تیسری طاقت بن سکتی ہیں۔ لنچ کے بعد اس نے کہا کہ

Marfat.com

شہنشاہ معظم نے انہیں ایک بار پھر مصیبت میں ڈال دیا ہے۔ خواہ ہم کسی بھی ڈومینین میں شامل ہوں، وہ ہمیں بری طرح تباہ کردے گی۔ حیدرآباد سب سے بڑی اور طاقتور ریاست تھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ وہ آزاد رہ کر قومی ریاست بن سکتی ہے۔ اس لیے اس نے آزاد رہنے کے لیے جدوجہد شروع کردی اور ایسا کرنا اس کا قانونی حق تھا۔ پنڈت نہرو اور مینن کے حکم پر ہندوستان نے 17 ستمبر 1948ء کو اس پر حملہ کردیا۔ ایک سال قبل ماؤنٹ بیٹن نے حیدرآباد کے وزیراعظم کو بتایا تھا کہ کانگرس پارٹی کے موجودہ لیڈر قدامت پسند ہیں جن کا تعلق دائیں بازو سے ہے اور آج کے جو حالات ہیں، ان میں وہ والیانِ ریاست کے قدرتی اتحادی ہوں گے۔ کشمیر پر ماؤنٹ بیٹن کا مؤقف سمجھنے کے لیے جس نے ریاست حیدرآباد کی طرح یومِ آزادی سے قبل کسی ڈومینین کے ساتھ الحاق کا اعلان نہیں کیا تھا، اس کی پاکستان دشمنی اور تعصب کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ بھارت کے انگریزی اخبار سٹیٹسمین کے ایڈیٹر جان سٹیونز نے 26 اکتوبر 1947ء کو ماؤنٹ بیٹن کے ہمراہ کھانا کھایا۔ چند روز قبل پٹھان قبائل نے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہیں پاکستان کی حمایت حاصل تھی، مغربی کشمیر پر حملہ کردیا۔ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ کھانے پر سٹیونز نے معاملات پر اپنے یکطرفہ مؤقف کا اظہار شروع کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دونوں (ماؤنٹ بیٹن اور سٹیونز) پوری طرح ہندوؤں کے حامی بن چکے ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن نے دعویٰ کیا کہ مسٹر جناحؒ کشمیر سے باہر ایبٹ آباد میں منتظر تھے۔ وہ کامیابی کی خوشی منانے کے لیے سرینگر جانا چاہتے تھے۔ اصل میں مسٹر جناحؒ اکتوبر کا مہینہ لاہور یا کراچی میں گذارتے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن کا دعویٰ تھا کہ کشمیر کے بارے میں بھارت کی پالیسی پاک وصاف تھی۔ درحقیقت اب اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ بھارتی فوجیں قبائلیوں کے حملے سے پہلے ہی کشمیر میں داخل ہو چکی تھیں۔

Marfat.com

کشمیر پر بھارت کا فضائی حملہ

جس دن ماؤنٹ بیٹن نے سٹیویز کے ہمراہ کھانا کھایا تھا' اسی صبح کشمیر پر بھارت کا بھرپور فضائی حملہ ہو چکا تھا اور تیس لاکھ مسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف بھارت کا شہری بننے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ پانچ میں سے چار کشمیری مسلمان تھے۔ بھارت کو کشمیر پر حملہ کرنے کی اجازت دینی اور ریاست کے بھارت سے الحاق کے بعد کہا جا رہا تھا کہ ساری ریاست میں بعد میں رائے شماری کرائی جائے گی۔ ماؤنٹ بیٹن اپنے 3 جون کے منصوبے سے منحرف ہو چکا تھا جس کے مطابق ہندوستان کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنا تھا۔ جس رائے شماری کا وعدہ کیا گیا تھا' وہ کبھی نہ ہو سکی۔ بھارتی کارروائی کو مثال بناتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن نے اس حربے کو استعمال کیا کہ ایک چھوٹی سی ریاست جونا گڑھ نے آزادی کے بعد پاکستان سے الحاق کر لیا ہے حالانکہ یہ ایک ہندو ریاست تھی۔ جب بھارتی قیادت نے جونا گڑھ پر حملے کا منصوبہ اسے کو دکھایا تو اسے نے اپنی بیوی کے نام خط میں لکھا کہ ''میں نے نہرو کو ہٹلر کا رویہ یاد دلایا تھا اور اسے بتایا تھا کہ دنیا کہے گی کہ ہٹلر کے رویے کی نقل کی جا رہی ہے۔'' سٹیونز کا کہنا ہے کہ کشمیر پر مسلح حملے کی اجازت ماؤنٹ بیٹن نے نہیں دی تھی۔ وہ ماؤنٹ بیٹن کو اہم کارروائی کے وقت نا قابل اعتماد' پُرکشش اور کامیاب کمانڈر قرار دیتا تھا۔ سر جارج کننگھم کی ڈائری میں 7 نومبر کو لکھا ہے کہ لیفٹیننٹ جنرل سر فرینک میسروی کمانڈر انچیف پاکستان یہ دیکھ کر حیران ہو گئے تھے کہ ماؤنٹ بیٹن خود کشمیر میں لڑنے والی بھارتی فوج کو ہدایات دے رہا تھا۔ جب لارڈ ویول پندرہ دن بعد یونان کے شہزادہ فلپ کے ساتھ شہزادی الزبتھ کی شاہی شادی کے دن اپنے جانشین سے ملا تو اس نے بھی یہ بات نوٹ کی کہ ماؤنٹ بیٹن کانگرس کی حمایت میں بہت دور تک جا چکا ہے۔ مسٹر جناحؒ بڑے کام کرنے کی کوشش میں مگن ہیں اور نہرو نے خود کو حقیقی بڑے آدمی کے روپ میں پیش کیا ہے۔ یہ ناممکن ہو چکا ہے کہ کشمیر کے المیے کی ٹھیک ٹھیک ذمہ داری کس شخصیت پر عائد کی

Marfat.com

جائے کیونکہ انڈیا آفس لائبریری میں اس موضوع پر ماؤنٹ بیٹن کے کاغذات اور ریکارڈ غیر معینہ مدت کے لیے دانشوروں پر بند کر دیئے گئے ہیں۔

جس طرح فیروز پور اور زیرہ مسلم اکثریت کے باوجود بھارت کے حوالے کر دیے گئے' اسی طرح امرتسر کے شمال میں واقع ضلع گورداسپور کی چار میں سے تین تحصیلیں بھی بھارت کو دے دی گئیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ تین میں سے دو تحصیلیں واضح طور پر مسلم اکثریت والی تھیں۔ فیروز پور میں اسلحہ خانہ تھا لیکن گورداسپور کی ایک اور حیثیت سے اہمیت تھی اور یہ حیثیت بھارت سے کشمیر جانے والی سڑک کی وجہ سے تھی۔ اس معاملے میں ''دوسرا اہم عنصر'' یہ تھا کہ نہرو کی جائے پیدائش (کشمیر) کو جانے والی یہی واحد سڑک تھی۔ ماؤنٹ بیٹن کا 2 اپریل 1948ء کا اسمے کے نام خط جس میں اس میٹنگ کی یاد دہانی کرائی گئی تھی جس میں ایوارڈ کو متوازن بنانے کا ذکر کیا گیا تھا' اس اشارے کے لیے کافی ہے کہ ماؤنٹ بیٹن اس بات کو اپنے لیے جائز سمجھتا تھا کہ وہ ''دیگر عوامل'' کی آڑ میں ریڈکلف پر دباؤ ڈال سکتا تھا۔ حالات مسلم اکثریت والے گورداسپور کے راستے کی کشمیر تک رسائی کو پاکستان پر ماؤنٹ بیٹن کی ایک اور ضرب تصور کرتے ہیں۔ ماؤنٹ بیٹن حکمتِ عملی کی پیچیدگیوں کو خوب سمجھتا تھا۔ اس نے 4 اگست کو نواب بھوپال کو بتایا کہ کشمیر کی جغرافیائی پوزیشن ایسی ہے کہ یہ ریاست دونوں (پاکستان اور ہندوستان) ڈومینیوں میں سے کسی میں بھی شامل ہو سکتی ہے بشرطیکہ حد بندی کمیشن گورداسپور کو مشرقی پنجاب میں ہی رہنے دے۔ اگر فیروز پور کو بھارت میں شامل رکھنے کے لیے ناجائز مداخلت ہو سکتی ہے تو یہ یقین کرنا مشکل نہیں کہ ماؤنٹ بیٹن نے گورداسپور کو بھی بھارت میں رکھنے کے لیے ریڈکلف پر دباؤ ڈالا۔ واقعاتی شہادت ایک بار پھر اس کے حق میں جاتی ہے جیسا کہ لیمبر نے کہا کہ کشمیر کو جانے والے اس راستے نے ہی تین تحصیلوں کو مسلم اکثریت کے باوجود بھارت میں شامل ہونے کے قابل بنایا۔

Marfat.com

ماؤنٹ بیٹن کو نہرو کا انتباہ

نہرو نے اپریل کے آخر میں ماؤنٹ بیٹن کو خبردار کیا تھا کہ کشمیر کے مستقبل کا مسئلہ اس کے لیے مشکلات پیدا کرے گا۔ 17 جون کو سرینگر پرواز کرنے سے قبل ماؤنٹ بیٹن نے نہرو سے کہا کہ وہ اسے کشمیر پر ایک نوٹ لکھ کر دے جسے وہ کشمیری رہنماؤں کے ساتھ مذاکرات میں استعمال کر سکے۔ اس نوٹ میں نہرو نے یہ دلیل تحریر کی کہ اگرچہ کشمیر کی 77 فیصد آبادی مسلمان ہے لیکن کشمیر کے لیے واضح طریقہ یہی ہے کہ وہ بھارت میں شمولیت اختیار کرے اور یہ سوچنا حماقت ہوگا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو پاکستان مشکلات پیدا کر دے گا۔ نصف صدی کے بعد بھی پاکستان کشمیر کے مسئلہ پر ایک غیر اعلانیہ جنگ لڑ رہا ہے۔ کورفیلڈ جسے ماؤنٹ بیٹن جان بوجھ کر اپنے ہمراہ سرینگر نہیں لے گیا تھا' اس کا کہنا ہے کہ خاموش مذاکرات کے نتیجے میں ممکن ہے کہ کشمیر کو اس طرح تقسیم کر لیا جائے جس سے دونوں فریق مطمئن ہو جائیں۔ جب ماؤنٹ بیٹن نے والیانِ ریاست کے اس اعتماد کو توڑ ڈالا جو برطانوی حکومت کی مئی 1946ء کی یقین دہانیوں سے پیدا ہوا تھا تو کورفیلڈ نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنے 3 جون کے منصوبے میں جو یقین دہانیاں کرائی تھیں' وہ ان سے بھی منحرف ہو گیا۔ جب ماؤنٹ بیٹن شاہی شادی میں شرکت کے لیے واپس لندن آیا تو بھارتی فوجیں ریاست پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لیے پٹھانوں سے لڑ رہی تھیں۔ شاہی شادی 20 نومبر 1947ء کو ہوئی تھی۔ جس دن (16 نومبر) ماؤنٹ بیٹن نے لندن کے لیے پرواز کی' اسی دن کانگریس کے صدر کرپلانی نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان خوفناک جنگ چھڑ جانے کے ڈر سے استعفیٰ دے دیا۔ 21 نومبر کے ٹائمز لندن میں یہ خبر چھپی تھی کہ 26 دن کے محاصرے کے بعد بھارت کا کوٹلی پر قبضہ ہو گیا ہے جس سے بھارتی حکومت نے سکون کا سانس لیا ہے۔ محاصرے کے دوران اس شہر پر زبردست گولہ باری کی جاتی رہی۔ یہاں خوراک کے ذخائر ختم ہو چکے تھے

Marfat.com

اور فوج بیماری اور ہلاکتوں کی وجہ سے خطرناک حد تک سکڑ کر رہ گئی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن کی بیوی کے نہرو کے ساتھ تعلقات قائم ہو گئے تھے چنانچہ ماؤنٹ بیٹن کا تعصب کانگرس کے حق میں غیر معمولی حد تک بڑھ گیا تھا۔ شاید شادی کے 25 سال بعد ماؤنٹ بیٹن کو ازدواجی زندگی میں کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔ بعض مبصرین کا خیال ہے کہ اس کا رویہ ناقابلِ فہم رہتا اگر کانگرسی لیڈروں کے ساتھ اس کے تعلقات بے ضرر قسم کے رہتے۔

نہرو سے ایڈوینا کے ''روحانی تعلقات''

ایڈوینا (ماؤنٹ بیٹن کی بیوی) نے ایک بار اپنے خاوند کو بتایا تھا کہ نہرو کے ساتھ اس کے تعلقات روحانی نوعیت کے ہیں۔ جینیٹ مورگن نے جس نے اس کی سرکاری سوانح حیات لکھی ہے' اس بارے میں انکار کیا ہے کہ کبھی نہرو نے ماؤنٹ بیٹن کو یہ طعنہ دیا تھا کہ اس کی بیوی کا کردار بے داغ نہیں۔ اس نے مزید لکھا ہے کہ نہرو ڈکی کا بہت احترام کرتا تھا اور ایڈوینا بھی نہرو پر کچھ زیادہ ہی اعتماد کرتی تھی اور ان تعلقات میں کسی بات کو حائل نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کے خاندان نے محبت ناموں اور ڈائری کے اندراج سے کم ہی نتائج اخذ کیے۔ جب ایڈوینا نے لکھا کہ ہم نے نہ کچھ کیا اور نہ کچھ محسوس کرتے ہیں' اسے میرے اور تمہارے درمیان حائل نہیں ہونا چاہیے تو اس کا اشارہ غالباً اس طویل بات چیت کی طرف نہ تھا جو ان کے درمیان دہلی میں راتوں کو ہوتی تھی۔ ان راتوں کو ملازمین کو چھٹی دے دی جاتی تھی۔ فلپ زیگلر نے تسلیم کیا ہے کہ تعلقات غالباً بے ضرر قسم کے نہیں تھے۔ اگر اس میں کوئی جسمانی عنصر شامل تھا تو فریقین کے نزدیک اس کی نوعیت بہت معمولی تھی۔ اس قسم کی جنسی یاوہ گوئی کسی سنجیدہ مؤرخ کو ایک لمحے کے لیے بھی گوارا نہیں ہو سکتی اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس قسم کے معاملات وسیع پیمانے پر سیاسی پیچیدگیاں پیدا کر سکتے ہیں؟ یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ اس سے بعض مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے ہوں گے۔ حامد کی جو ڈائری حال ہی میں شائع ہوئی ہے' اس میں لکھا ہے کہ نہرو نے اپنا مطلب

Marfat.com

نکالنے کے لیے ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کو ہدف بنایا اور اس کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کر لیے۔ ان تعلقات کے بارے میں ہر قسم کی قیاس آرائیاں ہوتی ہیں لیکن ماؤنٹ بیٹن اس صورتِ حال سے بہت خوش تھا۔ یہ دوستی اسے بہت اچھی طرح راس آئی تھی۔ نہرو کے ساتھ ایڈونیا کے تعلقات سے کانگرس کی بہت مدد ہوتی تھی۔ 12 جون کو وائسریگل لاج میں دی جانے والی ایک مختصر دعوت میں، جہاں اس نے اس جوڑے کو بہت قریب سے دیکھا، حامد صرف یہ کہہ سکا کہ "میں صاف صاف کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں نہرو کو اس میں کیا نظر آیا۔" اس کا جواب ایک مستند سیاستدان اور دوست کے لیے یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اطلاعات اور اثر ورسوخ کا منبع تھی اور یہ راستہ مسلم لیگ کے لیے پوری طرح بند تھا۔ نہرو اور ایڈوینا علی الصبح تک باتیں کرتے رہتے تھے اور یہ جاننا ناممکن ہے کہ ایک چالاک سیاستدان ایک ادھیڑ عمر عورت کو نشے میں کس طرح احمق بناتا تھا۔ ایک مرتبہ ایڈوینا نے نہرو کو لکھا کہ مجھے ہمارے درمیان تحفظات کے تصور سے ہی خوف آتا ہے۔ لیبر پارٹی کے رکن پارلیمنٹ ووڈ رویٹ جو اس معاملے میں ملوث تمام لوگوں کو جانتا ہے، کہتا ہے کہ نہرو نے ایڈوینا کو لبھا لیا تھا۔ جیسا کہ ایک سفیر نے کہا تھا کہ یہ معاملہ شہوانی تھا یا محض جذباتی۔ اس نے نہایت مایوسانہ انداز میں مذاکرات کے ماحول کو تعصبات اور بدگمانیوں سے بھر دیا تھا جو بالآخر تقسیم پر منتج ہوا اور اس سے مسٹر جناحؒ کے اس مؤقف کو مزید تقویت پہنچی کہ ماؤنٹ بیٹن سے کسی انصاف کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ حالات جس ڈگر پر جا رہے تھے، اسمے اس سے مطمئن نہ تھا۔ یہاں تک کہ ماؤنٹ بیٹن کے ہندوستان پہنچنے سے پہلے وہ اس بات سے خطرہ محسوس کرتا تھا کہ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے حامی اور مسلم لیگ کے مخالف لوگوں کو ملازمتوں میں بھرتی کر رہا ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو جو خطوط لکھے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نقاد بنتا جا رہا تھا۔ ان خطوط میں اس نے اپنی بیوی کو بتایا کہ میں ڈکی کی تقریر سے دہشت زدہ ہو رہا ہوں۔ اس نے اپنی بیوی کو ماؤنٹ بیٹن کے اس خطاب کے بارے میں بتایا جو اس نے

Marfat.com

نومبر 1947ء میں انڈیا ہاؤس میں کیا تھا۔ اس خطاب میں اس نے کہا تھا کہ (تقسیم کے دوران) صرف ایک لاکھ افراد ہلاک ہوئے تھے۔ گورنر جنرل کے رویئے سے اسے نفرت ہوتی جارہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک ایک لاکھ افراد کی ہلاکت کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ انسانی بدبختی کی انتہا تھی۔ لاکھوں لوگ برباد ہوکر ہر شے سے محروم ہوگئے تھے اور سب سے بدترین بات یہ تھی کہ یہ لاکھوں لوگ اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ اسمے نے اپنے بیوی کو بتایا کہ ہندوستان سے محبت کرنے والا ایک بہت اچھا شخص جو شمال مغربی سرحد پر خدمات انجام دے رہا تھا' وہ ڈکی سے بے انتہا ناراض تھا۔ جو لوگ ہلاک ہوگئے' وہ دراصل خوش قسمت تھے کیونکہ وہ انسانی بدبختی کو دیکھنے سے بچ گئے تھے۔ کیا وہ واقعی بدبختی کے شکار ان لاکھوں لوگوں کو بھول چکا تھا جو بے خانماں ہوگئے اور جو اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے۔ وہ اس صورتِ حال کو سمجھنے میں ناکام ہوگیا تھا۔ جب ماؤنٹ بیٹن شاہی شادی میں شرکت کے بعد واپس آیا تو معلوم ہوا کہ انگلستان میں ہر جگہ اس کا شاندار استقبال ہوا ہے۔ اس نے ہندوستان میں جو'' کارنامے'' انجام دیے تھے' ان پر اسے والہانہ انداز میں مبارک باد دی جارہی تھی لیکن اسمے نے نوٹ کیا کہ وہ مستند قسم کا خوش فہم انسان ہے۔ جب ریڈ کلف اگست 1947ء میں واپس لندن گیا تو ایک دن اس نے رابٹ بروس لوکہارٹ کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا۔ وہ حیران تھا کہ اسمے ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ کب تک گذارا کرتا رہے گا۔ اسمے واضح طور پر ماؤنٹ بیٹن کی شخصیت اور اس کی شہرت پسندی سے عاجز آچکا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کے برعکس اسمے نے کبھی معاملات کی اہمیت کم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے 10 اگست کو اپنی بیوی کو لکھا کہ اسے ایسا لگتا ہے کہ برطانیہ اپنے کام کی تباہی سمیت واپس گھر آجائے گا۔ پیچھے انتشار بدبختی اور ایسا قتل عام باقی رہ جائے گا جس کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسمے لیفٹیننٹ جنرل سر ریجنلڈ ساورے (ایجوٹینٹ جنرل ہندوستان آرمی) جیسے اپنے دوستوں سے باتیں

Marfat.com

کرتے ہوئے تمام معاملات پر اظہارِ خیال کے لیے تیار تھا۔ ابھی حال تک مورخوں کو ساورے کی ڈائری دستیاب نہیں ہو سکی۔ اس ڈائری سے اسمے کے ذہن پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ وائسرائے کے بارے میں کس انداز سے سوچتا تھا۔ 7 اگست کو اسمے نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''ماؤنٹ بیٹن اب غیر جانبدار نہیں رہا۔'' اسمے نے کہا کہ میرا اپنا کردار بھی غیر جانبدارانہ ہونا چاہیے تھا۔ اس نے ماؤنٹ بیٹن کو بتایا کہ بعض حالات کی وجہ سے وہ الگ ہو جائے گا لیکن آکنلک نے اسے قائل کیا کہ وہ 25 نومبر تک ضرور کام کرتا رہے۔ اس وقت تک ماؤنٹ بیٹن شاہی شادی میں شرکت کر کے واپس آ جائے گا۔ ایسا دکھائی نہیں دیتا کہ ماؤنٹ بیٹن اور اسمے کے درمیان معاملات طے پا گئے تھے۔ اگلے دن ایک اور میٹنگ کے بعد ساورے نے سوچا کہ اسمے نے ماؤنٹ بیٹن کے خلاف اپنے احساسات کو سمجھنا شروع کر دیا ہے اور وہ خود بھی اس میں ملوث ہو جائے گا۔ فروری 1948ء تک اسمے نے بروس لوکہارٹ کو بتایا کہ اس کے خیال میں ڈکی کا قیام طویل ہو گیا ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں کہ اسمے کا نام بندر رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی وفاداری ضرب المثل بن چکی تھی۔

اسمے کی ماؤنٹ بیٹن سے نفرت

دوسری جنگِ عظیم سے پیدا ہونے والے انقلابات کے باوجود اس نے اعلیٰ سطح پر خدمات انجام دی تھیں۔ اسمے ظاہری طور پر ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ رہا۔ وہ اس سے نفرت کا اظہار نہایت محتاط انداز میں کرتا تھا۔ راب بٹلر نے 1950ء میں اپنے ایک دوست کو بتایا کہ میرے گہرے دوست اسمے نے ہندوستان میں استعفیٰ دے دیا تھا کیونکہ ماؤنٹ بیٹن نے غیر جانبداری ترک کر کے ایک فریق کی حمایت شرع کر دی تھی۔ بٹلر کے دوسرے ریمارکس بھی قابل قدر تھے کیونکہ قدامت پسند پارٹی میں اسے نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ ہندوستان میں ماؤنٹ بیٹن کا کردار اچھا نہیں تھا۔ وہ ایک فریق کی حمایت کرتا تھا۔ وہ مسلمانوں کا

Marfat.com

مخالف اور ہندوؤں کا حامی تھا۔ اس کی غلطی سے دس لاکھ افراد ہلاک اور ایک کروڑ بے خانماں ہوئے۔ وہ دوراندیشی سے محروم تھا اور اس نے احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کی تھیں لیکن تاریخ کی کتابوں میں ہندوستان میں اس کے اقدامات کو درست قرار دیا جا رہا ہے۔

دونوں ملکوں کے درمیان ہتھیاروں، املاک اور سٹوروں کی تقسیم ہونی تھی۔ ہندوستان اس عمل سے نفرت کرتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ پاکستان کو جو کچھ بھی ملے، کم سے کم ملے۔ اس کے لیے ایک ایسے شفاف ذہن کے مالک غیر جانبدار گورنر جنرل کی ضرورت تھی جو دونوں ملکوں کے درمیان انصاف سے کام لے لیکن ماؤنٹ بیٹن اس معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ ہندوستان میں کام کرنے والے بہت سے انگریزوں پر اس کا تعصب اور پاکستان دشمنی بڑی واضح تھی۔ ستمبر 1947ء میں لوکہارٹ نے ساورے کو بتایا کہ ماؤنٹ بیٹن غیر جانبدار نہیں رہا۔ اگرچہ ڈومینیوں کی تکمیل کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا لیکن ماؤنٹ بیٹن کے غیر جانبدار نہ رہنے کی وجہ سے ہم جتنی جلدی برطانیہ واپس چلے جائیں، اتنا ہی بہتر ہوگا۔ سر جارج کننگھم کی ڈائری میں 7 نومبر کو تحریر کیا گیا کہ میں نے پاکستان کے لیے کمانڈر انچیف میسروی کو بتایا کہ ماؤنٹ بیٹن مسلمانوں کے لیے کس طرح روز بروز ملعون بنتا جا رہا ہے اور اگر وہ معاملات کو ہندو کی نگاہ سے ہی دیکھتا رہا تو وہ یقیناً مردود کہلانے کے قابل ہوگا۔ ریڈکلف ایوارڈ کے نفسِ مضمون اور وقت کے لحاظ سے اس پر ماؤنٹ بیٹن کی کارروائی اسے لعنتی اور بددیانتی وانتہائی احمق پن کا ملزم قرار دیتی ہے لیکن زیگلر اسے معصوم سمجھتا ہے۔ ابتدا میں ماؤنٹ بیٹن ریڈکلف پر زور دے رہا تھا کہ وہ اپنی رپورٹ جلد از جلد تیار کرے مگر 9 اگست کے بعد وائسرائے کے ڈپٹی پرائیویٹ سیکرٹری کے الفاظ میں اس نے اس کے برعکس موقف اختیار کر کے ریڈکلف کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ اپنی رپورٹ 14 اگست تک مؤخر کر دے۔ ماؤنٹ بیٹن پر یہ آشکار ہو چکا تھا کہ ایوارڈ آ جانے کے بعد وسیع پیمانے پر تشدد ناگزیر ہو جائے گا۔ جیسا کہ ایچ وی ہوڈسن نے کہا ''اس کا (ایوارڈ کا) اعلان

Marfat.com

دو تین روز پہلے بھی کیا جا سکتا تھا پھر اسے آزادی کے جشن تک کیوں لٹکائے رکھا۔ آزادی کا دن کامیابی کا دن تھا۔ حامد نے اسے 9 اگست کو یوں سمیٹا: ''ماؤنٹ بیٹن آزادی کے جشن کی تقریبات سے قبل ایوارڈ کا اعلان کرنے سے خوفزدہ تھا کیونکہ اس اعلان کے بعد وسیع پیمانے پر فسادات ہونے یقینی تھے جنہیں روکنے کی ذمہ داری اس پر اور ہز میجسٹی کی حکومت پر عائد ہوتی تھی۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں ایوارڈ سے متاثر ہونے والی پارٹی تقریبات کا بائیکاٹ نہ کر دے۔ ان حالات میں ماؤنٹ بیٹن سوچے سمجھے انداز میں چاہتا تھا کہ ایوارڈ کا اعلان آزادی کے دوسرے دن یعنی 17 اگست کو کیا جائے تاکہ فنی طور پر ان ہلاکتوں کی ذمہ داری جو یقینی دکھائی دے رہی تھی، اس کی بجائے نئی حکومتوں پر عائد ہو جائے۔

برطانیہ پر فسادات کی ذمہ داری

9 اگست 1947ء کو وائسرائے کی سٹاف میٹنگ میں بتایا گیا کہ سر ریڈکلف اسی دن شام کو پنجاب باؤنڈری کمیشن ایوارڈ کے اعلان کے لیے تیار ہو گا۔ اس وقت وائسرائے نے کہا کہ یہ سوچنے کی بات ہے کہ کیا یہ بہتر ہو گا کہ ایوارڈ کو براہ راست شائع کر دیا جائے۔ اگر اسے جلد شائع کر دیا گیا تو بھیانک فسادات کی ذمہ داری برطانیہ پر عائد ہو گی جو ایوارڈ کی اشاعت کا لازمی نتیجہ ہوں گے۔ پھر اس نے رازداری کی ضرورت کا ذکر کیا؛ رازداری نہ صرف ایوارڈ کے مندرجات کی بلکہ اس بات کی بھی کہ ایوارڈ درحقیقت اس دن تیار کیا جا چکا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نہیں چاہتا تھا کہ اس کا وائسرائے کا عہدہ خون کی لہروں میں پھنس کر ختم ہو۔ چنانچہ یہ بہانہ کر کے کہ پرنٹرز رخصت پر ہیں اور ہم کراچی جا رہے ہیں، ایوارڈ ریڈکلف سے ملنے کے باوجود فریقین کو مہیا نہ کیا گیا بلکہ اسے اختیارات کی منتقلی تک گورنر جنرل ہاؤس میں محفوظ کر دیا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے لی پیئر اور کولنز کو بتایا کہ یہ کام ایک دو دن پہلے کیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ کام پانچ سات دن پہلے ہو جاتا تو اس سے بڑی مدد مل سکتی تھی۔ ایک دو دن سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔ جیسا کہ ماؤنٹ بیٹن بخوبی جانتا تھا کہ پنجاب کے بارے میں ایوارڈ پانچ روز قبل تیار ہو چکا

Marfat.com

تھا' ماؤنٹ بیٹن نے جینکنز جیسے لوگوں کے مشورے پر ایوارڈ کے اعلان میں تاخیر کی جن کو یقین تھا کہ چونکہ ہندوستان پر ابھی برطانوی راج قائم ہے' اس لیے ایوارڈ میں تاخیر سے انتظامی معاملات میں مدد مل سکے گی۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے وقار کے لیے کیا۔ اگر پنجاب کی سرحد کا اعلان اسی وقت (9 اگست) ہو جاتا جب ریڈ کلف نے ایوارڈ تیار کر لیا تھا تو آبادی کی نقل مکانی برطانوی حکام کی زیر نگرانی ہوتی۔ پنجاب میں برطانوی فوج اور افسروں کو کام کرنے کے مکمل اختیارات حاصل تھے۔ اس طرح ان پنجابیوں کو جو آزادی کے بعد اس خوف میں مبتلا ہو گئے کہ وہ غلط ملک میں رہ گئے ہیں' سکون حاصل ہوتا۔ یہ دہشت اور انتشار کا ماحول تھا جس میں اس قدر خون بہا۔ اسے روکا جانا چاہیے تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انتقالِ اقتدار سے قبل امن و قانون بحال ہونا چاہئے تھا جو نقل مکانی پر منتج ہوا۔ اگر برطانوی راج ہوتا تو مسلمانوں کو یہ خوف نہ ہوتا کہ دہلی کی نئی حکومت ان کی تباہی کے خفیہ منصوبے بنا رہی ہے۔ پناہ گزینوں کو بھی کوئی مشکل پیش نہ آتی کیونکہ پناہ گزینوں کی نقل مکانی' تحفظ اور اس کی نگرانی برطانوی راج کے ذمہ ہوتی۔ سب کچھ احمقانہ طور پر عجلت میں کیا گیا جس سے وسیع پیمانے پر تشویش پھیلی۔ یہاں تک کہ تقسیم سے قبل 11 اگست کو میسروی جس نے چار دن بعد پاکستان کا کمانڈر انچیف بننا تھا' اس کا بھی خیال تھا کہ حد بندی کمیشن کے ایوارڈ کو مؤخر کرنے سے غیر یقینی حالات پیدا ہو گئے۔ یہ اقدام وسیع پیمانے پر خون بہانے کا سبب بنا۔ حامد بھی اس بات سے متفق ہے کہ اس تاخیر کے نہایت تباہ کن اثرات مرتب ہوئے۔ افواہیں جنم لینے لگیں جنہیں شرپسند پھیلا رہے تھے اور ایسے شرپسندوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ اگر جینکنز اور دوسرے گورنروں کو نہیں تو ماؤنٹ بیٹن کو منطقی طور پر عقل آ جانی چاہئے تھی کہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی دہشت گردی عمل میں آئے گی جس کے نتیجے میں پاکستان کی طرف مسلمانوں کا اخراج عمل میں آئے گا۔ اس تباہی سے بچنے کا راستہ یہ تھا کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان فوج کی تقسیم پہلے ہو جاتی تا کہ متنازعہ علاقوں میں فوج متعین کی جا سکتی اور اگر ضرورت ہوتی تو مارشل لا کے ذریعہ امن و

Marfat.com

قانون بحال کیا جاتا۔ اس کے بعد ہی باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان کیا جاتا۔ اس وقت جس تبادلۂ آبادی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا' اس کا صحیح طریقے سے تحفظ اور نگرانی کی جانی چاہیے تھی۔ صرف اور صرف اس وقت ملک کو تقسیم کر کے آزادی کا اعلان کیا جاتا۔ اس سیدھی سی بات پر عمل نہ کیا گیا بلکہ بلاشبہ اس کے برعکس اقدامات کیے گئے جس کے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔ ماؤنٹ بیٹن لندن واپسی پر کورٹ مارشل کا مستحق تھا۔

ایوارڈوں کی اشاعت میں تاخیر

اپنی آخری سٹاف میٹنگ کے بعد (جو 12 اگست کو شام 5 بجے منعقد ہوئی) ماؤنٹ بیٹن نے ایبل کو یہ ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ وہ پنجاب اور بنگال کے گورنروں کو ایوارڈوں کی اشاعت میں تاخیر سے مطلع کر دے جن کی جلد اشاعت کی امید کی جا رہی تھی۔ ماؤنٹ بیٹن شاہی طرز کے خطابات پر بحث کر رہا تھا جبکہ عوام کے ذہن اور ہی باتوں میں الجھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ پنجاب کے ضلع شیخوپورہ کے ایک مؤرخ نے بتایا: ''غیر مسلموں کا خوف کسی حد تک اس امید سے رفع ہو گیا کہ باؤنڈری کمیشن یہ ضلع (شیخوپورہ) ہندوستان کو دے دے گا اور اس طرح انہیں گھربار اور زمینیں اپنے پاس رکھنے کی اجازت مل جائے گی۔ اس وجہ سے 17 اگست سے قبل وسیع پیمانے پر اس ضلع سے غیر مسلموں کا اخراج نہ ہو سکا۔ یہ وہ تاریخ تھی جس پر ماؤنٹ بیٹن نے اپنے ایوارڈ کا اعلان کیا تھا اور اقلیتوں کو تحفظ کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ یہ بات بھی اقلیتوں کے خلاف گئی کہ انخلا کے انتظامات فوری طور پر نہ کیے گئے۔ اور کئی دنوں تک کسی قسم کے تحفظ کا بندوبست نہ ہو سکا۔ وہ لوگ جنہوں نے ماؤنٹ بیٹن کی لائن اختیار کر رکھی تھی کہ برطانیہ کو اس کا خیال تک نہ تھا کہ تقسیم کے نتیجے میں اس قدر خطرناک بدامنی پھیلے گی' انہوں نے وہ 23 پیشگوئیاں' انتباہ اور رپورٹیں نہیں دیکھیں جو تین ماہ کے عرصے میں جینکنز نے ماؤنٹ بیٹن کو بھیجی تھیں۔ ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کے آخری وائسرائے کی حیثیت سے اپنی رپورٹ میں کہا کہ ہم میں سے کسی کو

Marfat.com

بھی پہلے سے یہ علم نہ تھا کہ اس نے کس بات پر عمل کرنا ہے۔ کیمبل جانسن کی مطبوعہ ڈائری میں کہا گیا ہے کہ جینکنز نے اپنی رپورٹوں میں انتباہ کر دیا تھا۔ 15 اپریل کو ہونے والی گورنروں کی کانفرنس سے لے کر جب جینکنز خود کو اس بات کا پابند سمجھتا تھا کہ وائسرائے کو پنجاب کی خطرناک صورت حال سے آگاہ کرے' بارہ دن بعد اپنے بیان میں یہ بتا رہا تھا کہ پنجاب میں سنگین بدامنی کا شدید خطرہ موجود ہے اور یہ کہ ہم انتشار کی زد میں آ جائیں گے۔ خانہ جنگی کا بھی شدید خطرہ ہے۔ وہ یہ بتا رہا تھا کہ بہت جلد کیا کچھ ہونے والا ہے۔ کئی ماہ سے دہلی کے ذمہ دار افسروں کی جانب سے بھی سنگین اطلاعات موصول ہو رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان میں آمد سے قبل پنجاب کے چیف سیکرٹری نے رپورٹ دی کہ مستقبل قریب میں ہر جگہ وسیع پیمانے پر فسادات ہونے والے ہیں۔ مئی 1946ء سے تین قوموں میں خود کو منظم اور مسلح کرنے کا رجحان بڑھتا جا رہا تھا جسے کھلے بندوں خانہ جنگی کا نام دیا جا سکتا تھا۔ دو ماہ گزرے وائسرائے کے باڈی گارڈ کے کمانڈنٹ میجر پیٹرک میسی نے خبر دی کہ اس کے اعلیٰ افسروں نے بتایا ہے کہ پٹیالہ' فرید کوٹ اور نابھہ کی ریاستوں میں ان کے ہم مذہب یہ منصوبہ بنا رہے ہیں کہ جونہی آزادی کا اعلان ہو' مسلمانوں کو ان کی زمینوں سے بے دخل کر دیا جائے۔ اسے وائسرائے سٹاف کے کرنل کپورے نے حکم دیا کہ وہ اس قسم کی باتیں نہ کرے کیونکہ یہ باتیں کرنا جرم ہے۔ ریڈ کلف نے بروس لوکہارٹ سے کہا کہ یہ بدترین بات ہے کہ یہاں کوئی نہ سمجھے اور پیشگوئی کرے کہ ابھی مزید تقسیم اور مزید خانہ جنگیاں ہوں گی۔ وائسرائے کی پوری انتظامیہ کسی اور ہی دنیا میں رہتی تھی لیکن دنیا بے رحمی کے ساتھ انہیں گھر واپس لے آئی۔ ماؤنٹ بیٹن 14 اگست کو کراچی میں آزادی کی تقریبات میں شمولیت کے بعد واپس آیا۔ بانی پاکستان مسٹر جناحؒ کو بم سے اڑانے کی دھمکی ملی ہوئی تھی لیکن ماؤنٹ بیٹن نے مسٹر جناح کے ساتھ بڑی جرأت کے ساتھ کھلی کار میں بیٹھ کر آزادی کی تقریبات دیکھیں۔ بعد ازاں اس نے کیمبل جانسن

Marfat.com

سے کہا کہ وہ جو کتاب لکھ رہا ہے‘ اس میں اس بات کا ضرور ذکر کرے۔ پاکستان کا جشنِ آزادی منانے کے لیے جو دعوت دی گئی‘ اس میں ماؤنٹ بیٹن نے اپنی طرف سے وضاحت کی کہ اس نے تاریخ میں جرأت مندانہ تبدیلی کیوں کی تھی۔ اس نے کہا کہ کسی نوجوان کو بائیسکل سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے پہاڑی کی چوٹی پر لے جایا جائے اور سائیکل کی سیٹ پر بٹھا کر پہاڑی کے نیچے دھکیل دیا جائے۔ جب وہ میدان میں پہنچے گا تو وہ سائیکل چلانا سیکھ چکا ہوگا۔ ہندوستان کی آزادی کے موقع پر نہرو نے تقریر کرتے ہوئے کہا جب آدھی رات کا گجر بجے گا اور دنیا سو رہی ہوگی تو بھارت اپنی زندگی اور آزادی کے لیے جاگ رہا ہوگا۔

ہندوستان کی آزادی کے لیے غلط دن کا انتخاب

درحقیقت دہلی کے آدھی رات کے وقت نہ صرف برطانیہ بلکہ ساری مغربی دنیا جاگ رہی ہوتی ہے تاہم اس گھڑی سے قبل پنجابی موت کے خوف اور انتظار کے سبب جاگ رہے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن نے بعدازاں کہا کہ آدھی رات کی میٹنگ کا کیسا شاندار اور ڈرامائی تخیل تھا جبکہ باقی ساری دنیا سو رہی تھی۔ یہ اس لیے نہیں ہوا تھا کہ ہمیں کوئی ڈرامائی لمحہ درکار تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ (ہندوستان کی آزادی کے لیے) میں نے غلط دن کا انتخاب کر لیا تھا۔ نجومیوں نے اسے روزِ سعید قرار نہیں دیا تھا۔ تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک عظیم طاقت نے ایک ملک کو چھوڑ دیا تھا اور اس کے عوض اس سے کچھ طلب نہ کیا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کا مفروضہ یہ تھا کہ معاملات کو اپنا رخ خود اختیار کرنے دیا جائے۔ مسلمانوں‘ سکھوں‘ اچھوتوں اور ہندوستانی عوام کے لیے اس کی ذمہ داری ہمیشہ دوسرے نمبر کے ہتھیار ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انتقالِ اقتدار زیادہ تر کانگرس کے ایجنڈے کے مطابق ہوا۔ 15 اگست کو ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ اس کے تین جون کے منصوبے کی منظوری کا ساری دنیا میں خیر مقدم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس نے لی پیئر اور کولنز کو

Marfat.com

بتایا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد اسے نہایت شاندار احساسات ملے ہیں جس کے دونوں فریق بھی اپنی اپنی جگہ کامیاب رہے۔ آزادی کے دن اسے پیچش میں مبتلا تھا' اس لیے وہ جشنِ آزادی کی تقریبات میں شامل نہ ہو سکا۔ میں نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ میں پابندیوں کے بغیر جشن منانے کے حق میں نہیں ہوں۔ اس بات کا امکان ہے کہ میرے بہت سے ہندوستانی دوست زندگیوں سے محروم ہو جائیں گے اور بہت سے یقیناً اپنے گھر بار کھو بیٹھیں گے۔ لاہور کے ایک مجسٹریٹ اے اے ویلیمز کی غیر مطبوعہ یادداشتوں کے مطابق 1947ء نے خانہ جنگی کو قریباً ناگزیر بنا دیا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کا یہ فیصلہ کہ اقتدار 1947ء میں منتقل کر دیا جائے گا' برسر اقتدار سیاستدانوں کو دعوت تھی کہ وہ جو ذریعہ چاہیں' استعمال کر کے اقتدار میں رہیں اور جو اقتدار میں نہیں تھے' ان کے لیے دعوت تھی کہ وہ اپنی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر شے کو تباہ کر دیں اور اقتدار حاصل کر لیں۔ جون سے قبل سکھوں کا دارالحکومت امرتسر 48 گھنٹوں تک کرفیو کے تحت رہا۔ سب سے زیادہ سنگین کم نظری یہ تھی کہ سرحد کا تعین نہیں ہوا تھا اور آزادی کے دن بھی اس کا علم نہ تھا کہ سرحد کہاں ہوگی۔ 15 اگست کو ولیمز نے جینکنز کو الوداع کہا۔ اس وقت جلتا ہوا لاہور شہر دھوئیں کے بادلوں کی لپیٹ میں تھا۔ ولیمز پنجاب کا ایک باضمیر افسر تھا جو پندرہ سال سے اپنے فرائض انجام دے رہا تھا۔ وہ انتقالِ اقتدار میں عجلت کو دھوکے بازی اور مکاری سے تعبیر کر رہا تھا۔ لوگ جس کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کا تحفظ کرے گا' اس نے انہیں قتل ہونے کے لیے منجدھار میں چھوڑ دیا۔ ذمہ داریاں عدم اعتماد کا درجہ اختیار کر چکی تھیں۔ یہ ذمہ داریاں اس وقت تک نبھائی نہیں جا سکتی تھیں جب تک کوئی ایسا جانشین نہ مل جائے جو امن وامان کو قائم رکھ سکے۔ ہندوستان میں اعتماد اور فرائض کی انجام دہی کا زبردست فقدان تھا۔ انتقالِ اقتدار کے لیے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی تھی۔ یہ اقدام بجائے خود تشدد کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ تمام مشورے ہندو کانگرس کے مفاد اور اس کی خواہشات کے مطابق قبول کئے جاتے تھے اور مسلمانوں کو یہ

Marfat.com

محسوس کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ محض وبالِ جان ہیں۔ ساورے کو اس بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ دہشت گردی سکھوں نے شروع کی ہے۔ ان کی علیحدہ سکھستان قائم کرنے کی منزل تو بہت دور تھی اور تین جون کے منصوبے اور ریڈ کلف ایوارڈ نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ انہوں نے ماؤنٹ بیٹن کو مشورہ دیا تھا کہ وہ تقسیمِ ہند سے قبل سکھ لیڈروں کو نظر بند کر دے لیکن اس نے ان مشوروں پر عمل نہ کیا۔ ساورے نے 17 اگست کو بمبئی کے گورنمنٹ ہاؤس سے لکھا ''پنجاب کی حالت بہت خراب ہے اور سکھوں نے لاہور سے جالندھر تک کے علاقے کو میدان جنگ بنا دیا ہے''۔ ایک ہفتے بعد اس نے پھر لکھا کہ پنجاب کے حالات نہایت خراب ہیں۔ حد بندی کے مسئلے پر سکھ پاگل ہو چکے ہیں۔ لاہور کھنڈرات میں تبدیل ہو رہا ہے اور ملک انتشار کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔

سکھوں کا طریقِ واردات:

نئی دہلی میں سپریم کمانڈر کے صدر دفاتر سے 28 اگست کو ساورے نے اپنی بیوی کو لکھا کہ سکھ پانچ پانچ سو کے قریب مضبوط جتھوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔ یہ جتھے جائیدادوں کو آگ لگاتے ہیں۔ قتلِ عام اور لوٹ مار کرتے ہیں۔ بالخصوص دہلی سے کوئی ٹرین پاکستان نہیں جا رہی کیونکہ بہت سی گاڑیوں کو روک کر لوٹا گیا اور مسلمان مسافروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ بھوکے پیاسے اور بیمار مہاجرین دہلی میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ پندرہ دنوں میں ہو گیا جبکہ پنڈت نہرو اسے منزلِ مقصود پر پہنچنے سے تعبیر کر رہا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے تسلیم کیا کہ میں نے سکھ حکمرانوں اور لیڈروں کو جو دھمکیاں دی تھیں، وہ قطعاً غیر مؤثر رہیں۔ اس نے وضاحت کی کہ مسلمانوں اور سکھوں کی صوبائی سیاسی قیادت بظاہر غیر دانشوروں کے ہاتھوں میں ہے۔ 19 مئی 1947ء کو پنجاب کے گورنر جینکنز نے جسے کیمبل جانسن ہندوستان میں قابل ترین منتظم سمجھتا تھا' ماؤنٹ بیٹن کو بتایا کہ سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے خبردار کیا ہے کہ آزادی کے بعد پاکستان میں مسلمان تمام سکھوں

Marfat.com

اور ہندوؤں کواور مشرقی پنجاب میں ہندو اور سکھ تمام مسلمانوں کا صفایا کر دیں گے۔حکومت کے پاس اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ قیامِ امن کے لیے انتہائی سخت اقدامات کرے۔ تین جون کے منصوبے کے بعد بھی ماؤنٹ بیٹن کے پاس احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے لیے دس ہفتے تھے۔

ماسٹر تارا سنگھ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مارچ میں جو دو ہزار سکھ راولپنڈی میں ہلاک کیے گئے تھے، میں ان کا انتقام لینے کے لیے انتظار کروں گا اور جونہی ہندوستان میں برطانوی اقتدار ختم ہو گا تو اگر ضروری ہوا تو ہم مسلمانوں سے نپٹیں گے۔ ماؤنٹ بیٹن نے ماسٹر تارا سنگھ کی یہ تجویز مسترد کر دی تھی کہ اعلانِ آزادی سے قبل پاکستان اور ہندوستان کے درمیان آبادی کا تبادلہ کر لیا جائے۔

قائداعظمؒ کے قتل کا منصوبہ

جب اگست کے پہلے ہفتے میں یہ شہادت مل گئی کہ ریلوے کے نظام کو درہم برہم کرنے، نہروں کے ہیڈ ورکس کی تباہی، بم سازی، یہاں تک کہ جشنِ آزادی کی تقریبات میں مسٹر جناحؒ کو قتل کر دینے کے منصوبوں میں ماسٹر تارا سنگھ کا بھی ہاتھ ہے، ماؤنٹ بیٹن نے نہرو، پٹیل اور مسٹر جناحؒ سے خفیہ مشورہ کیا کہ انتقالِ اقتدار کے وقت ماسٹر تارا سنگھ سمیت تشدد کے واقعات کے ذمہ دار تمام لیڈروں کو گرفتار کر لیا جائے لیکن نہرو کے مشورے پر یہ تجویز منسوخ کر دی گئی۔ جبکہ مسٹر جناحؒ اس فیصلے کی تنسیخ کے خلاف تھے۔ بقول جینکنز جانشینی کی فرقہ وارانہ جنگ دو ہفتے بعد شروع ہو گئی۔ سکھ اس جنگ کے لیے تیار اور منظم تھے۔ پنجاب کے قتلِ عام سے جیسا کہ ایک مطبوعہ مضمون میں کہا گیا ہے، فوجی تنظیم و تربیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سکھوں کے سفری صدر دفاتر تھے۔ ان کے پاس فوجی وردیاں، قاصد اور سگنل بھیجنے کا سسٹم تھا۔ ان کے پاس ہتھیاروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران بیس لاکھ ہندوستانیوں نے جنگی خدمات انجام دی تھیں اور ان میں سے بہت سوں

Marfat.com

نے اپنے ہتھیار اپنے پاس ہی رکھ لیے تھے۔ سکھوں کے جتھے ہلکی مشین گنوں، دستی بموں، ٹامی گنوں اور چھوٹی توپوں سے مسلح ہوتے تھے۔ بعض اوقات مسلح سکھ جتھے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے ان کے پاکستان جانے والے قافلوں پر حملے کر دیتے تھے۔ یہ قافلے پچیس پچیس میل لمبے ہوتے تھے۔ بہت سے جتھے چھ چھ ہزار مسلح افراد پر مشتمل ہوتے تھے۔ ان کے مقابلے کے لیے حکام صرف چند آرمرڈ کاریں مہیا کر سکتے تھے۔ نراد چوہدری حیران تھے کہ ماؤنٹ بیٹن کو ایک عظیم مدبّر کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ اگر جرنیلی کو اسی معیار پر پرکھا جائے تو نپولین کی سب سے بڑی کامیابی یہ قرار پائے گی کہ اس نے اپنی فوجوں کو ماسکو سے پسپائی کا حکم دیا تھا۔ 28 جولائی کو دونوں ملکوں (ہندوستان اور پاکستان) کے درمیان کھلی جنگ کے امکان پر بحث و تمحیص کے بعد وائسرائے کی سٹاف میٹنگ میں ڈائریکٹر انٹیلی جنس کی اس رپورٹ پر غور کیا گیا کہ اگر ننکانہ صاحب کو مشرقی پنجاب میں شامل نہ کیا گیا تو سکھوں نے وسیع پیمانے پر بدامنی پھیلانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس نازک موقع پر بھی ماؤنٹ بیٹن جینکنز پر اس لیے تنقید کرتا رہا کہ اس نے اس مسئلے پر سکھوں کے مظاہرے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ حالات کو مزید خراب کرنے کے لیے ماؤنٹ بیٹن امن و قانون کے بارے میں غیر محتاط وعدے کرتا رہا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ وہ مصروفیت کے سبب ان وعدوں کو پورا نہیں کر سکا۔ ہندو کانگرس کے ایک سابق صدر مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات میں ماؤنٹ بیٹن نے مکمل یقین دہانی کرائی تھی اور کہا تھا کہ میں اس کا خیال رکھوں گا کہ نہ کوئی فساد ہو اور نہ خونریزی ہو۔ جونہی تقسیمِ ہند کو اصولی طور پر منظور کر لیا گیا تو میں احکام جاری کر دوں گا کہ ملک میں کہیں بھی کوئی فرقہ وارانہ فساد نہ ہو۔ اگر کہیں معمولی سی ایجی ٹیشن بھی ہوئی تو میں اسے سختی سے کچل ڈالوں گا۔ میں اس کے خلاف مسلح پولیس نہیں بلکہ فوج کو حکم دوں گا اور میں فسادیوں کے خلاف ٹینک اور طیارے استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ اس نے برطانوی کابینہ کے روبرو بھی ایسا ہی خوشنما وعدہ کیا۔

Marfat.com

جب مہاراجہ پٹیالہ نے خبردار کیا کہ اس کے سکھ لڑنے کو تیار ہیں تو ماؤنٹ بیٹن نے جواب دیا ''مہاراجہ صاحب اگر انہوں نے لڑائی شروع کی تو یہ لڑائی ہندوستان کی پوری قوت کے خلاف ہوگی''۔

قاتل مہاراجہ کا اعزاز

جب چند ہفتوں کے بعد مہاراجہ کی پرائیویٹ فوج اور ریاست پٹیالہ کی فورس نے نارنول میں ہزاروں مسلمانوں کے قتل عام کی نہ صرف نگرانی کی بلکہ اس میں سرگرمی سے حصہ بھی لیا اور ان کی مشین گنیں مایوسی کے شکار نہتے مسلمانوں پر گولیاں برساتی رہیں تو نئی دہلی کے حکام نے کچھ بھی نہ کیا۔ اس کے برعکس اس کے فوراً بعد مہاراجہ کو آل انڈیا ریفیوجی کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا گیا جس کا کام امن وامان قائم رکھنا تھا۔ میجر جنرل تھامس ریس کی سربراہی میں جو جنگ کے دنوں میں برما میں انیسویں ہندوستانی ڈویژن کی کمان کر رہا تھا' ایک فورس قائم کی گئی۔ 22 جولائی کو اعلان کیا گیا کہ یہ ایک غیر جانبدار فورس ہوگی جس پر نہ ہندوستان کا کنٹرول ہوگا نہ پاکستان کا۔ یکم اگست سے یہ فورس متحرک ہوگئی لیکن یہ صرف 32 دن تک قائم رہ سکی۔ یہ ایک اہم اور مستند مسئلہ تھا جو بہت تاخیر سے عمل میں آیا اور جس کے الزام کی زیادہ تر ذمہ داری ماؤنٹ بیٹن کو قبول کرنی چاہئے۔ 37500 مربع میل علاقے کی حفاظت کے لیے جو رقبے کے لحاظ سے آئرلینڈ سے بھی بڑا تھا' جس کی آبادی پندرہ ملین تھی اور جس کے 18 ہزار لوگ دیہات میں رہتے تھے' ماؤنٹ بیٹن نے اس کے لیے صرف 15 ہزار افراد پر مشتمل فورس قائم کی۔ ماؤنٹ بیٹن نے بعد ازاں دعویٰ کیا کہ پنجاب باؤنڈری فورس اتنی نفری پر مشتمل تھی جس کی خواہش جینکنز نے ظاہر کی تھی حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ گورنر (جینکنز) کو یقین تھا کہ کم از کم 60 ہزار جوانوں پر مشتمل نفری ہی اس علاقے کا موثر انداز میں تحفظ کر سکتی تھی۔ مورخوں نے اس فورس کے بارے میں کچھ زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے۔ سر پینڈرل مون نے ایک لاکھ سے کچھ کم کا اندازہ لگایا ہے جبکہ وسیع تجزیئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فوج کی تعداد اس اندازے کے ایک تہائی سے بھی

Marfat.com

کم تھی۔ اس ''عظیم فوج'' کے بارے میں افواج کے مورخ رائیں جیفری نے لکھا ہے کہ یہ فوج ہر تین دیہات کے لیے چار جوان متعین کر سکتی تھی۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ ایک مربع میل کے لیے دو جوان متعین کیے جا سکتے تھے۔ یعنی 630 افراد کی حفاظت کے لیے ایک فوجی تعینات کیا جا سکتا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی حتمی رپورٹ میں لکھا ہے کہ یہ فوج اس سے کہیں زیادہ تھی جسے امن کے زمانے میں کسی جگہ متعین کیا جا سکتا تھا۔ اس کی یہ بات ایک حد تک درست لیکن غیر متعلقہ ہے کیونکہ جب یہ فوج متحرک ہوئی تو پنجاب میں امن وامان نہیں تھا۔ جلد ہی اسے پنجاب اور امن وامان کے درمیان حائل ہونا چاہئے تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے سفارش کی تھی کہ برطانوی فوجوں کو اس معاملے میں کچھ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ وہ ہندوستان کی داخلی سلامتی کے لیے دستیاب نہ تھیں۔ نہ انہیں شمال مغربی سرحد پر استعمال کیا جا سکتا تھا اور نہ یہ ریاستوں میں استعمال ہو سکتی تھیں۔ تاہم انہیں ہنگامی حالات میں صرف برطانوی باشندوں کی جانیں بچانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ مثال کے طور پر بلیک واچ کی سیکنڈ بٹالین لاہور میں موجود تھی۔ وہ اس کے بعد بھی ساڑھے چھ ماہ تک پاکستان میں موجود رہی لیکن اس کے کمانڈر نیویل بلیئر کے الفاظ میں اسے سول حکام کی امداد سے روک دیا گیا تھا۔ یہ بٹالین ہندو مسلم فساد میں بھی کوئی مداخلت نہیں کر سکتی تھی۔ 24 جولائی کو آکنلک کے پرائیویٹ سیکرٹری حامد نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ سکھوں نے پنجاب باؤنڈری فورس کو نظر انداز کر دیا تھا اور اپنے منصوبوں پر عمل درآمد جاری رکھا تھا۔ آکنلک کی سفارش کے باوجود برطانوی دستوں کو اس فوج میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے لکھا کہ برطانوی فوجی دستے زیادہ مؤثر اور غیر جانبدار ثابت ہو سکتے تھے۔ اگرچہ تقسیم کے لیے وقت کے تعین سمیت سارا منصوبہ خود ماؤنٹ بیٹن کا تھا لیکن وہ یہ بات تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کہ ''آدھی رات کے گجر'' کے بعد بھی اس کی سابق رعایا کے لیے اس کی ذمہ داری کا تسلسل قائم رہے گا۔

Marfat.com

ماؤنٹ بیٹن کا عجیب وغریب فارمولا

ماؤنٹ بیٹن نے اس فارمولے کی آڑ لے رکھی تھی کہ اگر فرقہ وارانہ بدامنی کے خلاف برطانوی فوجی دستے استعمال کیے گئے تو بلاشبہ انہیں دونوں فریقوں کی طرف سے لعنت ملامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ماؤنٹ بیٹن میں دیانتدارانہ حاکمیت اور ذمہ داری کا فقدان تھا جبکہ آکنلک' اسمے' ساورے' میسروی' جینکنز' ولیمز' کننگھم' ایبل اور دوسرے اس سے پاک تھے۔ بعدازاں ماؤنٹ بیٹن نے دعویٰ کیا کہ برطانوی دستوں کے استعمال کی قدر و قیمت ہو سکتی تھی اور ہزارہا بے گناہ لوگوں کی جانیں بچائی جا سکتی تھیں لیکن جو کچھ ہو رہا تھا' اسے دیکھ کر اس نے خود کو قائل کر لیا تھا کہ وسیع پیمانے پر اتلافِ جان ناگزیر ہے۔ کیمبل جانسن اتفاق کرتا ہے کہ ''فوجی دستے صرف لاشیں اٹھانے کے لیے تھے۔ وہ قتلِ عام کو روک نہیں سکتے تھے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ فوجی دستے وہاں موجود تھے یا نہیں۔ ان کا اس تباہی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ پنجاب باؤنڈری فورس کو توڑنے سے معاملات کی نوعیت متاثر نہیں ہوتی۔ فوجی دستے محض اپنے گھروں کو واپسی کا ہی سوچتے تھے''۔ وہ یہ دلیل بھی دیتا ہے کہ آزادی کے بعد ہندوستانی لیڈر برطانوی فوجی دستوں کے استعمال کی کبھی اجازت نہ دیتے حالانکہ پاکستان کو ان سے درخواست کرنے میں کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ اگر آزادی کا اعلان تقسیمِ ہند کے بعد ہوتا تو مختصر سے عبوری قوانین کی نسبت تقسیم شدہ فوجوں کی نگرانی میں ہندوستان کی تقسیم بحفاظت عمل میں آ جاتی۔ یہ بات شرمناک ہے کہ جس سلطنت نے تین سال قبل نارمنڈی میں 14 ڈویژن فوج اتاردی تھی' وہ دو ملکوں (پاکستان اور ہندوستان) میں اپنے راج کو پرامن طور پر ختم کرنے کے لیے مٹھی بھر افسروں کے سوا اور کچھ نہ دے سکی۔ اس وقت برطانیہ کے پاس دس لاکھ مسلح افراد سے زیادہ فوج موجود تھی۔ ان میں سے آدھی فوج فلسطین اور جرمنی پر قبضہ کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ یہ نہ سوچا گیا کہ اس مقدس فرض کی ادائیگی کے لیے بھی کچھ فوج مخصوص کی جا سکتی ہے۔ اس کے برعکس یہ سوچا گیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے' برطانوی فوج کو ہندوستان سے

Marfat.com

نکال لیا جائے۔ برطانوی کابینہ کے ایک اجلاس میں جو تقسیمِ ہند سے گیارہ روز قبل منعقد ہوا' اس میں یہ بتایا گیا کہ 34 ہزار ہندوستانی فوج مشرقِ وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا میں موجود ہے جسے سال کے آخر تک وہاں سے نہیں بلایا جا سکتا۔ کم از کم اس فوج کو پنجاب بھیجا جا سکتا تھا۔ ان کی جگہ برطانوی فوج متعین کی جا سکتی تھی جو با آسانی دستیاب تھی۔ جب جی ایچ کیو میں ڈائریکٹر ملٹری آپریشنز میجر جنرل والٹر لینٹن نے یہ تجویز دی کہ دونوں طرف کی پچیس میل کی سرحدی پٹی گورکھا فوج کی نگرانی میں خالی کرائی جائے تو بقول ساورے کسی نے اس تجویز پر توجہ نہ دی حالانکہ ماؤنٹ بیٹن بڑے غصے میں تھا۔ وائسرائے جانتا تھا کہ نہرو شاہی گورکھا فوج کو پسند نہیں کرتی۔ وہ ہر اس منصوبے کی شدید مخالفت کرتا تھا جو اس مفروضے کی بنا پر بنایا جاتا تھا کہ تقسیمِ ہند کے بعد وسیع پیمانے پر فسادات ہوں گے۔ چرچل کو صورتِ حال کی بے ہودگی کی نشاندہی کرتے ہوئے کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ اس نے دارالعوام میں سوال کیا کہ کیا یہ ایوان اس بات پر یقین کرے گا کہ اس نازک وقت میں ہندوستان میں جو برطانوی فوجی دستے ہیں' ان سے تین چار گنا زیادہ فوج چھوٹی سی ریاست فلسطین میں موجود ہے۔ ہماری افواج کی یوں تقسیم کی آخر کیا تک ہے؟ طاقتور دوائی کی دو بوتلیں تیار کی گئی ہیں لیکن یہ بوتلیں غلط مریضوں کو بھیج دی گئی ہیں۔ ایک سال بعد ماؤنٹ بیٹن نے لی پیئر اور کولنز کو بتایا کہ ایٹلی نے اسے کہا تھا ''تمام معاملات کی طرف چرچل کا رویہ اس قدر خراب ہے کہ میں یا میری حکومت حقائق کی طرف ان کی توجہ نہیں دلا سکتی۔ وہ تم پر اعتماد کرتا ہے۔ تم (ماؤنٹ بیٹن) واحد شخص ہو جو چرچل کو ترغیب دے سکتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی صداقت نہیں۔ چرچل کو ہندوستان سے متعلق پالیسی پر مصالحت کے لیے رضامند نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس پالیسی کے نتیجے میں جو قتلِ عام ہوا' اس نے ماؤنٹ بیٹن اور چرچل کی دوستی کو بری طرح متاثر کیا اور جب وہ ہندوستان سے واپس انگلستان آیا تو ماؤنٹ بیٹن نے محسوس کیا کہ چرچل اس کے ساتھ بات کرنے کو بھی تیار نہیں ہے۔

Marfat.com

تبادلۂ آبادی کی مخالفت

پنجاب باؤنڈری فورس میں تین چوتھائی مسلمان تھے۔ وہ اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کا قتلِ عام دیکھ کر بے حد پژمردہ ہو گئے تھے۔ اس سے فرقہ واریت کو شہہ ملی۔ بالآخر اس فورس (پنجاب باؤنڈری فورس) کو ختم کر دیا گیا۔ مارشل لا کبھی نہیں لگایا گیا۔ ماؤنٹ بیٹن صرف حالات کا جائزہ لینے کے حق میں تھا۔ پنجاب باؤنڈری فورس سول حکام کی امداد کے لیے قائم کی گئی تھی لہٰذا جب دہشت گرد گرفتار کیے جاتے تو انہیں اس فورس کے حوالے کر دینا چاہیے تھا' اگرچہ اس کا نتیجہ سزا کی شکل میں نہ نکلتا۔ اس قسم کے حالات میں ان اقدامات سے حوصلے بلند نہیں کیے جا سکتے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی حتمی رپورٹ میں لکھا کہ پنجاب میں جو قدم اٹھایا جا سکتا تھا' وہ یہ تھا کہ پنجاب کے دونوں حصوں میں تبادلۂ آبادی کر لیا جاتا لیکن اسے ناممکن قرار دے دیا گیا کیونکہ نہرو اور مسٹر جناحؒ نے اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا۔ کیمبل جانسن کا بھی یہی خیال ہے کہ کوئی بھی فریق تبادلۂ آبادی کی تجویز پر غور کرنے کو تیار نہ تھا۔ کسی ایک فریق پر دباؤ ڈالنے سے یہ مسئلہ طے نہ ہو سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نکلتا کہ آپ اپنے ملک پر بھی حکومت نہیں کر سکتے۔ ہم ناممکنات پر بحث کر رہے ہیں۔ بلکہ درحقیقت مسٹر جناحؒ نے 12 دسمبر 1946ء کو سٹیٹس مین میں لکھا تھا کہ تبادلۂ آبادی رضاکارانہ بنیاد پر ہو سکتا ہے۔ تین دن بعد انہوں نے ہندوستان ٹائمز میں لکھا کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان سرحد امریکہ اور کینیڈا کی طرح ہونی چاہئے۔ یہ فرض کر کے کہ تین جون کے منصوبے کے بعد مسٹر جناحؒ کے خیالات میں تبدیلی آ گئی تھی' اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ تقسیم کا عمل آزادی کے اعلان سے پہلے ہونا چاہیے تھا تاکہ اگر کوئی طبقہ ایک سے دوسرے ملک میں نقل مکانی کرتا تو یہ اقدام برطانوی فوج کی نگرانی میں کیا جاتا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس کا ذکر اپنی اس پریس کانفرنس میں کیا تھا جو اس نے تین جون کے منصوبے کی وضاحت کے لیے طلب کی تھی۔ ممکن ہے اس سے کانگرسی اور

Marfat.com

مسلم لیگی قیادت کو شکایت ہوئی ہو لیکن تدبر کا تقاضا یہی تھا کہ مخصوص مفادات والے گروہوں کو دبایا جاتا۔ وہ مشکل سے ہی سارے منصوبے کو تباہ کر سکتے تھے جس نے انہیں لڑے بھڑے بغیر بہت کچھ دے دیا تھا۔ جس میں تقسیم سے قبل پرامن تبادلۂ آبادی کی رضا کارانہ رعایت بھی شامل تھی۔ اقلیتوں کو تحفظ کی یقین دہانیاں کرائی گئی تھیں لیکن ان یقین دہانیوں پر عملدرآمد نہیں کرایا گیا۔ آزادی ملنے کے ایک دن بعد 16 اگست کو (لیکن ایوارڈ کے اعلان سے پہلے) کانگری رہنما پٹیل نے ماؤنٹ بیٹن کو بتایا کہ مسئلہ پنجاب کا واحد حل یہ ہے کہ وسیع پیمانے پر تبادلۂ آبادی کر لیا جائے۔ ہندوستان نے برطانوی فوجی دستوں کے استعمال کو یکسر مسترد کر دیا۔

خود پنڈت نہرو نے اپنی قیام گاہ کی حفاظت کے لیے برطانوی گارڈ کا مطالبہ کیا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ پنجاب میں مزید فوج کیوں متعین نہیں کی گئی، کہا کہ اس طرح باقی ہندوستان میں فوجی طاقت کمزور ہو جاتی۔ تاہم اپنی حتمی رپورٹ میں اس نے اپنا موقف بدلتے ہوئے کہا کہ فرقہ وارانہ فسادات کا خطرہ ہندوستان کے کسی اور مقام کی بجائے پنجاب میں زیادہ تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر پنجاب میں مزید فوج بھیجی جاتی تو مسلح افواج کی تقسیم میں بہت تاخیر ہو جاتی۔

مسلمان خواتین کے برہنہ جلوس

بدامنی کے واقعات بار بار معرضِ وجود میں آ رہے تھے۔ میجر جنرل ریس کی ننھی سی فوج کے چند برطانوی افسر ہی سیاسی معجزے دکھا سکے۔ آزادی کے بعد پہلی سہ پہر کو جنرل ریس امرتسر پہنچا۔ ایک رات قبل وہ لاہور میں تھا۔ آدھی رات کے گجر کے دوران جب ہندوستان اپنی زندگی اور آزادی کے لیے جاگ رہا تھا، بیس سکھوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ امرتسر میں جنرل ریس اور مٹھی بھر برطانوی افسروں نے عین آخری وقت پر سکھوں کو انتقام لینے، مسلمان خواتین کا برہنہ جلوس نکالنے، ان کی بے حرمتی کے بعد انہیں جان سے مار

Marfat.com

ڈالنے اور گلیوں میں ان کی لاشوں کو نذرِ آتش کرنے سے روک دیا۔ سکھ ٹیلی گراف کے تار کاٹ ڈالتے تھے جس کی وجہ سے ان کے حملوں کی اطلاع بے حد تاخیر سے ملتی تھی۔ اس طرح ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی تھی۔ دس اگست سے امرتسر کے نئے پولیس سپرنٹنڈنٹ نے مسلمان پولیس کو غیر مسلح کر دیا جس سے شہر میں تشویش پھیل گئی۔ پولیس اہل کار اپنے خاندانوں سمیت فرار ہو گئے۔

قتلِ عام نے فورس کے حوصلے پست کر دیئے۔ جنگجوؤں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ ان کے خلاف فضائی قوت استعمال کی جاتی۔ یہ طریقہ صوبہ سرحد کے پہاڑی علاقے کے قبائل کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں مؤثر ثابت ہوا تھا۔ عدن کے تولیتی علاقے میں بھی امن و قانون کی بحالی کے لیے یہ دھمکی کافی تھی۔ مئی 1947ء میں برطانوی کابینہ کو بتایا گیا تھا کہ ماؤنٹ بیٹن کا یہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا کہ وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے فرقہ وارانہ فسادات پر قابو پانے کے لیے صرف اس اقدام سے کامیابی کی امید کی جاسکتی تھی کہ بدامنی کے آثار ظاہر ہوتے ہی انہیں بے رحمی سے دبا دیا جائے اور اس مقصد کے لیے ہر قسم کی طاقت کے استعمال سے دریغ نہ کیا جائے جس میں ٹینکوں اور طیاروں کا استعمال بھی شامل ہے۔ لیکن جب یہ موقع آیا تو ایسے علاقے میں بھی جہاں برطانوی باشندوں کے اتلافِ جان کا خدشہ ہوسکتا تھا' ماؤنٹ بیٹن اپنے اس موقف سے منحرف ہو گیا۔ اسے اندیشہ تھا کہ اس طرح عوام جوابی کارروائی کریں گے جس کے نتیجے میں برطانوی پائلٹوں کو ہندوستانیوں پر بمباری کرنی پڑے گی۔ ساورے نے اعلانِ آزادی سے تین ہفتے قبل 26 جولائی کو اپنی ڈائری میں لکھا کہ پاکستانی حکام شمال مغربی سرحدی صوبے کے حالات سے پریشان ہیں اور انہوں نے ہم سے کہا ہے کہ رائل ایئر فورس کے سکواڈرن وہاں متعین کئے جائیں تا کہ قبائل پر بمباری کرائی جا سکے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس بمباری کے نتیجے میں لازماً زیادہ جانی نقصان ہوتا۔ مثال کے طور پر دی ٹائمز نے

Marfat.com

25 اگست 1947ء کو لکھا کہ مختلف گروہ بڑی تیزی کے ساتھ منتشر ہو رہے ہیں۔ پٹھان قبائل دسیوں سال سے صوبہ سرحد اور کشمیر پر حملے کرتے رہتے تھے لیکن برطانیہ انہیں فضائی طاقت استعمال کر کے پیچھے دھکیل دیتا تھا۔ اب انہوں نے پہلی مرتبہ یہ بات سمجھی تھی کہ برطانوی راج کو اب مزید کسی تحفظ کی ضرورت نہیں رہی۔ جولائی میں سیاسی اور فوجی سطح پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آزادی کے بعد طیارے جارحیت کے لیے استعمال نہیں کیے جائیں گے۔ سکھ جتھے جنہیں فضا سے بآسانی شناخت کیا جا سکتا تھا' بلاخوف وخطر حملے کرنے لگے۔ پاکستانی حکام کو مطلع کیا گیا کہ رائل ائیر فورس ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ پاکستان اور ہندوستان کا مطالبہ تھا کہ انہیں آزاد کر دیا جائے' اس لیے اب ان کا مطالبہ ان کے موقف کے مطابق نہیں ہے۔ سکواڈرنز نے چونکہ انخلا شروع کر دیا ہے' اس لیے وہ دستیاب نہیں ہیں۔ یہ بات فی الحقیقت پوری طرح درست نہ تھی کیونکہ جب 12 اگست کو افواج کی تقسیم کا اعلان ہوا تو لڑاکا طیاروں کا ایک سکواڈرن پاکستان کو اور سات ہندوستان کو ملے۔ یہ دونوں ملکوں کے لیے اشارہ تھا کہ طیارے دستیاب ہیں۔

وسائل کی غیر متناسب تقسیم

وسائل کی تقسیم انتہائی طور پر غیر متناسب تھی۔ جتھوں پر فائرنگ کی اجازت نہ دینے کے بعد پائلٹوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ نیچی پروازیں کر کے جتھوں کو خوف زدہ کریں۔ دس اگست کو پنجاب باؤنڈری فورس کے پانچویں بریگیڈ کا کمانڈر' جنرل ریس سے درخواست کر رہا تھا کہ متعلقہ علاقوں پر جہازوں کو مسلسل پرواز کی اجازت دی جائے اور طے شدہ منصوبے پر کام کرنے دیا جائے لیکن جنرل ریس دہلی کی ہدایت کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح فورس کے حوصلے مزید پست ہو گئے۔ رابن جیفری کے خیال میں ہندوستانی فوج کے دوسرے یونٹ مئی اور جون 1947ء میں پنجاب میں کارروائی کر سکتے تھے تاہم ان حالات نے پنجاب کے مسئلے کو اس وقت اجاگر کیا جب یہ ماؤنٹ بیٹن کے مفاد

Marfat.com

میں تھا کہ وہ تقسیم ہند کے خطرے کو کم کرے۔اس امر کے باوجود کہ مئی سے خبریں آ رہی تھیں کہ انتہائی سنگین فسادات متوقع ہیں' طیاروں کے استعمال سے پنجاب میں حالات کی سنگینی واضح ہو جاتی۔ایسٹرن کمان کے کمانڈر انچیف لفٹیننٹ جنرل سر فرانسس ٹوکر جو بنگال میں متعین تھا' اس نے گورکھا فوج کے قیام کی حمایت کی۔لیکن اس کی بجائے فرقہ واریت کے خطرے کے باوجود پنجاب باؤنڈری فورس کی 17 بٹالینیں پنجاب سے بھرتی کی گئیں۔ پنجاب میں فوج کے ذریعہ امن قائم کرنے کی خاطر جنرل ریس کے زیر کمان 23 ہزار افراد کی بجائے بہت بڑی فورس کی ضرورت تھی۔طیارے استعمال نہ کرنے کا فیصلہ فوجی نقطۂ نگاہ سے ناقابل وضاحت تھا۔پنجاب باؤنڈری فورس یکم ستمبر کی نصف شب کو توڑ دی گئی۔اس کی ذمہ داریاں سمجھ سے بالاتر تھیں۔کسی کو علم نہ تھا کہ یہ کس کام کے لیے قائم کی گئی تھی۔یہ محض ماؤنٹ بیٹن کی خوش فہمی پر قائم ہوئی تھی جس میں دوراندیشی اور عزمِ صمیم کا فقدان تھا۔وہ سمجھ رہا تھا کہ تقسیم' آزادی سے قبل یا برطانیہ کی نگرانی میں ہونی چاہئے۔ یہ مسئلہ ہمیشہ متنازع بنا رہا کہ تقسیمِ ہند کے دوران کتنے لوگ مارے گئے لیکن جن ہولناک حالات میں وہ مارے گئے' اس کے بارے میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔پاکستان کے ایک مستقبل کے صدر نے لکھا ہے کہ عورتوں اور بچوں کی لاشیں مسخ کی گئیں اور بے گناہ لوگوں کو بے رحمی سے ذبح کر دیا گیا۔ان ہولناک ہفتوں کے دوران تمام انسانی قدریں ملیامیٹ کر دی گئیں اور تہذیب و ثقافت کا جنازہ نکال دیا گیا۔ 15 اگست کے بعد شمال مغربی ہندوستان میں آتش زنی' لوٹ مار' جسمانی ایذا پہنچانا' خواتین کی اجتماعی آبروریزی' عبادت گاہوں کی بے حرمتی' تین ماہ تک ہوتی رہی۔ ماؤنٹ بیٹن زبانی طور پر اسے ہندوستان کی خوشحالی کا آغاز قرار دے رہا تھا لیکن عملی طور پر ظلم روا رکھا جا رہا تھا۔

مسلمانوں کی لاشوں سے بھری ٹرین

سر فرانسس ٹوکر کو جو رپورٹ فرسٹ گورکھا کی سیکنڈ بٹالین کے کمانڈنگ افسر کی طرف

Marfat.com

سے ملی، وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد تھی۔ یہ بٹالین 31 اگست کو پشاور سے الہ آباد روانہ ہوگئی۔ انہوں نے پنجاب کے شہر لالہ موسیٰ میں ایک ٹرین دیکھی جو دوسو مسلمانوں کی لاشوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس ٹرین پر پٹیالہ کے سکھوں نے حملہ کیا تھا۔ اس رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ اس ٹرین کے زخمیوں کو تلواروں سے زخمی کیا گیا تھا۔ نشانہ بننے والوں میں چار پانچ سال کی ایک بچی تھی اس کی دونوں ٹانگیں گھٹنوں کے اوپر سے بری طرح کچل دی گئی تھیں لیکن وہ ابھی تک زندہ تھی۔ ایک حاملہ خاتون کے رحم کو چیر ڈالا گیا تھا۔ وہ اپنے بچے سمیت مر چکی تھی۔ ایک بوڑھے کو جس نے ہانگ کانگ اور سنگاپور آرٹیلری میں خدمات انجام دی تھیں، بلّم کے چھ سنگین زخم لگے تھے لیکن وہ ابھی تک زندہ تھا۔ شمالی ہند میں اعلانِ آزادی کے بعد جو فسادات ہوئے اور جنہوں نے وسیع علاقے کو برباد کر ڈالا، اس قدر عروج پر پہنچ چکے تھے کہ حکام قتلِ عام کی رپورٹیں لکھنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ خصوصاً پنجاب باؤنڈری فورس توڑے جانے کے بعد فسادات اور بھی بڑھ گئے تھے۔ قتل و غارت گری کی شدت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ 22 ستمبر کو اٹاری میں مسلمان مسافروں کی ایک ٹرین پر حملہ کر کے ایک ہزار افراد کو شہید کر دیا گیا۔ ٹوکر لکھتا ہے کہ یہ ایک فرقہ وارانہ جنگ تھی۔ یہ عمل اس وقت شروع ہوا جب سکھوں نے دہشت گردی کر کے مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے نکالنا شروع کیا۔ وہ مغربی پنجاب سے سکھوں کو بلا رہے تھے تاکہ وہ نکالے جانے والے مسلمانوں کے گھروں اور زرعی فارموں پر قبضہ کر سکیں۔ جولائی میں جینکنز نے ماؤنٹ بیٹن کو خبردار کیا تھا کہ یہ سب کچھ ہونے کا قوی امکان ہے لیکن مرکزی حکومت نے اس کے تدارک کے لیے کچھ نہ کیا۔ جب 20 ستمبر کو وزیراعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے مسلمانوں کے قتلِ عام کے بارے میں دولتِ مشترکہ کا ہنگامی اجلاس بلانے کا مطالبہ کیا تو صورتِ حال کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کا تاثر یہ تھا کہ اس طرح لیاقت علی خاں سکھوں کے مظالم کو دنیا کے

Marfat.com

سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔اس طرح اس کے مشورے پر برطانوی کابینہ نے وزیر اعظم پاکستان کی درخواست مسترد کردی۔ ایٹلی نے کہا کہ دولتِ مشترکہ کا اجلاس بلانا بے سود ہوگا۔ یہ برطانوی کابینہ کے اجلاس کی کارروائی کے بارے میں محض ایک اشارہ تھا۔ اس کابینہ کی میٹنگوں میں صرف اتنا کہا گیا کہ ہندوستان میں فسادات ہو رہے ہیں۔ تین جون کے منصوبے پر بحث کے دوران برطانوی وزیر اعظم نے اپنے ساتھیوں کو ماؤنٹ بیٹن کے ان خدشات کے بارے میں بتایا کہ جب تک برطانوی حکومت کے اس منصوبے کا اعلان نہ کیا جائے جس کے تحت اقتدار منتقل کیا جانا ہے ہندوستان میں وسیع پیمانے پر فرقہ وارانہ فسادات ہونا ناگزیر ہیں بالخصوص پنجاب میں مجوزہ اعلان سے سنگین لاقانونیت اور خونریزی ہوگی۔ ماؤنٹ بیٹن ابھی تک یہ پراپیگنڈا کر رہا تھا کہ اسے اندازہ نہیں کہ درحقیقت کیا ہونے والا ہے۔اسے کے مطابق ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ ''میں شدید ہیجان میں مبتلا تھا۔ یہ میری زندگی کا نہایت شدید اشتعال انگیزی کا دور تھا۔ میں نے یہ ذکر اس لیے کیا کہ لوگ حیران ہو کر پوچھیں گے کہ میں نے یہ سب کچھ کیسے کرلیا۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ میں کبھی بھی تشویش میں مبتلا نہیں ہوا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا ہوں۔اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔فسادات' نقل مکانی اور تکالیف۔ مجھے کسی نے بھی کوئی انتباہ نہیں کیا''۔ ماؤنٹ بیٹن نے یہ باتیں اس حقیقت کے باوجود کہیں کہ مارچ سے ہی جینکنز اور بہت سے حضرات اسے خبردار کر رہے تھے کہ پنجاب میں صرف طاقت کے استعمال سے ہی فسادات کا رخ بدلا جاسکتا ہے۔ایک افسر نے جو صوبہ سرحد میں خدمات سرانجام دے رہا تھا' یاددلایا کہ برصغیر میں پھیلے ہوئے تمام فوجی افسروں نے ماؤنٹ بیٹن سے درخواست کی تھی کہ وہ پاکستان اور ہندوستان میں فوج اور پولیس کی تنظیم نو ہونے تک اعلان آزادی مؤخر کردیئے۔آکنلک کا خیال تھا کہ اگر انتقالِ اقتدار کے اصل نظام الاوقات کو اپنایا جاتا جس کے مطابق اختیارات کی منتقلی

Marfat.com

1948ء میں ہونی تھی تو اس عرصے میں دونوں ملکوں کی فوجیں کسی خونریزی کے بغیر از سر نو منظم ہو سکتی تھیں۔ ماؤنٹ بیٹن کی ذہنی کیفیت اور حالات کے حقیقی ادراک سے محرومی کے بارے میں مبصّرین بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ 16 اگست کو مشترکہ دفاعی کونسل کی ایک میٹنگ میں اس نے ہر شخص کو دبانے کی کوشش کی۔ اس نے اعتراف کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں نے 9 اگست کو ایوارڈ کا اعلان نہ کر کے کوئی بڑی غلطی نہیں کی۔ اس نے کہا کہ طوفان غیر متوقع نہیں تھا لیکن اس کی شدّت کا پیشگی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ جب دو ماہ بعد اسے نے لندن میں چیفس آف سٹاف کو خطاب کیا' اس میں اس نے تقریباً ایسی ہی زبان استعمال کی۔ اس نے کہا کہ ''طوفان جو اگست میں شروع ہو گیا تھا اور جس کے اثرات اب تک محسوس ہو رہے ہیں' غیر متوقع تھا البتہ کوئی شخص اس کی شدّت کے بارے میں پیش گوئی نہیں کر سکتا تھا''۔ 16 اگست کو ماؤنٹ بیٹن نے بھی کہا کہ ''مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ اگر میں ماسٹر تارا سنگھ سمیت سکھ فسادیوں کو گرفتار کر لیتا تو مجھے آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا''۔ اعتراف کی اس واحد مثال کے سوا ایسا کوئی اور اشارہ نہیں ملتا کہ ماؤنٹ بیٹن سے اس کے اقدام کے بارے میں پوچھ گچھ کی گئی ہو۔ بعد ازاں اس نے اپنے سوانح نگاروں کو بتایا کہ اگرچہ بات بڑی عجیب و غریب ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جو کچھ کہا' اور جو کچھ کیا' اس کے لئے میں بالکل درست تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تسلیم نہ کرنا کہ میں کبھی کسی معاملے میں غلط بھی تھا' ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔ 1969ء میں ٹائمز کے ایک صحافی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس نے کہا ''میں تمہیں یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ میرے خیال میں تاریخی نکتۂ نگاہ سے میں درست تھا۔ میں نے تاریخ میں ہمیشہ دس بیس سال آگے کی طرف دیکھا ہے۔ مزید بیس سال میں لوگ میرے نکتہ چینوں کا موقف سمجھنے کے قابل نہیں رہیں گے''۔

Marfat.com

مصائب کی ذمہ داری خود متاثرین پر

ٹام ڈریبرگ نے اس معاملے کو ایک اور نکتۂ نظر سے دیکھا ہے کہ اس کے دوست (ماؤنٹ بیٹن) نے بھیانک قتلِ عام کو اس قدر سرسری نظر سے کیوں دیکھا ہے۔ ماؤنٹ بیٹن لوگوں کے ہجوم کو مشینوں کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ مذہبی کیفیات کی گہرائی سے محروم ہے۔ وہ انسان کو محض سماجی انجینئر یا سماجی انجینئر نگ کا خام مال سمجھتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کسی رحم کا مستحق ہے یا نہیں جیسا کہ سٹالن نے ایک مرتبہ کہا تھا ''ایک شخص کی موت المیہ ہے لیکن دس لاکھ افراد کی موت اعداد و شمار کا مسئلہ ہے''۔ دریں اثنا پناہ گزینوں کے کیمپوں کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی۔ یہ کیمپ اچانک قائم کئے گئے تھے۔ خیال تھا کہ یہ لاکھوں پناہ گزینوں کا بوجھ سنبھال لیں گے۔ ان کیمپوں میں ادویات' خوراک اور پانی ناپید تھا۔ صفائی کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے ہیضہ اور چیچک جیسی مہلک بیماریاں پھیل رہی تھیں۔ بہت سے کیمپوں میں پناہ گزین فاقہ کشی کا شکار تھے۔ کیمپوں کی حفاظت کا کوئی انتظام نہیں تھا چنانچہ قتلِ عام کی وارداتیں کیمپوں کے اندر بھی ہو جاتی تھیں۔ 7 ستمبر کو نئی ہنگامی کمیٹی کا دوسرا اجلاس ماؤنٹ بیٹن کی صدارت میں ہوا۔ اس میں ماؤنٹ بیٹن نے یہ عجیب وغریب بیان دیا کہ مصائب کے عروج کا سبب خود پناہ گزین ہیں جو اتنی بھاری تعداد میں کیمپوں میں آ رہے ہیں جبکہ یہاں انہیں سنبھالنے والی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ اس موقع پر ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن خود آگے آئی اور اس نے کیمپوں میں امدادی کام کو منظم کرنے کی کوشش کی۔ ستمبر 1947ء کے وسط میں اسمے نے دہلی کے حالات پر مسٹر جناحؒ سے بات چیت کی۔ کچھ اضلاع میں بڑے بڑے گروہوں کے درمیان لڑائی جاری تھی۔ دوسرے اضلاع میں آتشزنی اور لوٹ مار کے علاوہ قتل کی وارداتیں بھی ہو رہی تھیں۔ بھوکے اور تباہ حال پناہ گزینوں کا ہجوم تھا۔ خوراک کی سپلائی کا نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ ٹیلی فون سسٹم ناکارہ بنا دیا گیا تھا۔ ہسپتال نعشوں اور زخمیوں سے بھرے پڑے تھے۔ یہ لوگ جہاں جہاں گر کر جان دے دیتے تھے' ان کی میتیں

Marfat.com

وہاں پر ہی پڑی رہتی تھیں کیونکہ ان کی تدفین کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کی پریشانی یہ تھی کہ تعلقاتِ عامہ کی کوئی صورت نہ تھی۔ دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ تھا اور یہاں ہونے والے فسادات ساری دنیا کو متاثر کر رہے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی فوجی یالاری مغربی پنجاب نہ جائے جہاں حالات دہلی سے کہیں زیادہ خراب تھے۔ خاص طور سے تشویش کی بات یہ تھی کہ اگر دہلی میں امریکی سفیر یا دولتِ مشترکہ کے ہائی کمشنروں کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو کیا ہوگا۔ پناہ گزین' پیدل' بیل گاڑیوں پر' لاریوں کے باہر لٹک کر اور ٹرینوں کی چھتوں پر چڑھ کر ہندوستان کی سرحد عبور کر کے پاکستان میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ دعائیں مانگتے تھے کہ راستے میں ان پر حملے نہ ہوں۔ دریں اثنا ماؤنٹ بیٹن برطانوی فوج کے دستے کو خطاب کر رہا تھا۔ یہ دستہ ہندوستان سے واپس انگلستان جا رہا تھا۔ ٹائم کے مطابق ماؤنٹ بیٹن انہیں ہمیشہ آگے دیکھنے کی تلقین کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ برطانوی فوج کی واپسی کے ساتھ ہی ہندوستان میں برطانوی راج کے آثار ختم ہو جائیں گے۔ برطانیہ اور ہندوستان کی بیش قیمت اور عظیم دوستی برطانوی فوج کی جگہ لے رہی ہے۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس امر پر اظہارِ افسوس کیا کہ اس تقریب میں نہرو شرکت نہیں کر سکا کیونکہ وہ ایک کانفرنس میں شریک ہے جو پنجاب کی مشکلات کا حل تلاش کر رہی ہے۔ پیشتر اس کے کہ مشکلات پر قابو پایا جاتا' مہینوں بعد بھی پولیس کی موجودگی میں مکان لوٹے اور جلائے جا رہے تھے۔ عورتوں اور بچوں کو چلتی ٹرینوں سے باہر پھینکا جا رہا تھا۔ لاہور کے ڈسٹرکٹ انجینئر پر اس کے دفتر میں حملہ ہوا۔ اسے ایک پول سے باندھ کر چیر ڈالا گیا اور اس کے جسم کے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ مقدس مقامات کی بدستور بے حرمتی کی جا رہی تھی۔ مریضوں کو ہسپتالوں میں ان کے بستروں پر قتل کیا جا رہا تھا۔ بچوں کے ٹکڑے کر کے ان کی ماؤں کے حوالے کیے جا رہے تھے۔ دیہات کو چھوٹی توپوں کے گولوں سے اڑایا جا رہا تھا۔ لوگوں کی بھاری تعداد خودکشیاں کر رہی تھی۔ ہجوم لوگوں کو موت کی وادی میں دھکیل رہے تھے۔ انسانوں کی لاشیں کنوؤں میں پھینکی

Marfat.com

جا رہی تھیں۔ تالاب لاشوں سے بھر چکے تھے۔ پانی کی سپلائی بند ہو چکی تھی۔ لوگوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ قطار بنا کر بیٹھ جائیں یا کھڑے رہیں۔ انہیں ایک ایک کر کے گولی ماری جائے گی۔ گڑھوں میں آگ جلا کر بچوں کو اس میں زندہ جلایا جا رہا تھا۔ قتلِ عام کے ہفتے کے بعد یہ سلسلہ مزید ہفتوں تک جاری رہا۔ اگرچہ ماؤنٹ بیٹن قتلِ عام کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکاری تھا۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ قتل ہونے والوں کے اعداد و شمار کم سے کم کر کے دکھائے جائیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ 1947ء کے موسم خزاں میں شمالی ہند کی تباہ کاریوں میں کتنے لوگ مارے گئے۔ اس بارے میں صرف اندازے ہی لگائے جا سکتے ہیں۔ ہلاک شدگان کی صحیح تعداد کا اندازہ ان رپورٹوں سے کیا جا سکے گا جو حکام کو مختلف علاقوں سے موصول ہو رہی ہیں۔ ان ہلاکتوں کا کوئی عینی شاہد بھی نہیں ہے۔ مختلف حالات میں لوگوں کو مختلف طریقوں سے ہلاک کیا گیا۔

قتلِ عام سے چشم پوشی

یہ وہ وقت تھا کہ انتظامیہ کے افسروں کو اعداد و شمار جمع کرنے کی بجائے اپنے خاندانوں کے تحفظ کی پڑی ہوئی تھی۔ مودی نے 15 اگست کو مغربی پنجاب کے گورنر کا حلف اٹھایا۔ اپنے اقتدار کے ابتدائی دو ماہ میں وہ فسادات سے متعلق رپورٹوں کو نظر انداز کرتا رہا اور صرف اسی رپورٹ کو اہمیت دیتا جس میں کم از کم ایک ہزار اموات کا ذکر ہوتا۔ میں نے کسی اور رپورٹ کے بارے میں دریافت کیا لیکن مجھے کوئی ایسا کیس یاد نہیں جس میں میں کچھ کرنے کے قابل ہوتا۔ جب نومبر 1947ء میں ماؤنٹ بیٹن شاہی شادی میں شرکت کے لیے لندن آیا تو اس نے ایک تقریر میں بتایا کہ فسادات میں ''صرف'' ایک لاکھ افراد مارے گئے ہیں۔ وہ ان اعداد و شمار کا مقابلہ جنگ کے دوران بنگال کے قحط میں مرنے والوں کے اعداد و شمار سے کرتا۔ مؤرخوں نے قحط میں مرنے والوں کی تعداد دس لاکھ بتائی تھی۔ ان مؤرخوں نے قدرتی اور مصنوعی طریقوں سے ہونے والی اموات کا کوئی خیال

Marfat.com

نہیں رکھا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے بعدازاں لی پیئر اور کولنز کو بتایا کہ 1943-44ء کے قحط میں دو سے تین ملین تک لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے فوجی بیڑے کے پانچ فیصد جہاز قحط زدہ بنگالیوں کو خوراک مہیا کرنے کے لیے وقف کر دیئے تھے۔ اس طرح ہم نے بنگال میں 1947ء کے ہلاک شدگان سے زیادہ لوگوں کی جانیں بچالی تھیں۔ ماؤنٹ بیٹن کی چار ہزار فائلیں ساؤتھمپٹن یونیورسٹی میں موجود ہیں۔ ان میں سے صرف ایک پتلی سی فائل میں 1947ء کے مظالم اور فسادات کا ذکر ہے۔ جو بات ماؤنٹ بیٹن کے موقف کے خلاف ہوتی تھی' اسے اس کے ریکارڈ سے نکال دیا جاتا تھا۔ ایک پروفیسر کو جس نے ماؤنٹ بیٹن کی دستاویزات پر کام کیا ہے' یقین ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کے کاغذات میں بعد میں کچھ اور کاغذ شامل کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن ایک بارعب بدمعاش تھا۔ 1961ء میں پینڈرل مون نے دو لاکھ ہلاکتوں کے اعداد و شمار دیئے۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید کہا کہ ماؤنٹ بیٹن نے پنجاب کی اہمیت کا صحیح طور پر اندازہ نہیں لگایا تھا۔ پنجاب نے آزادی کی قیمت خون کی شکل میں ادا کی۔ کیمبل جانسن نے کہا کہ میں ایک وار روم (جنگی کمرہ) کا نگران تھا' اس لیے مجھے ہلاک شدگان کی تعداد کا علم ہے۔ اس نے زخمیوں اور مرنے والوں کی تعداد دو لاکھ 20 ہزار بتائی۔ ماؤنٹ بیٹن کے کاغذات سے ملنے والی فائل سے پتہ چلتا ہے کہ فسادات ستمبر کے آخر تک ختم نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ ستمبر کے بعد بھی جاری رہے۔ حکومتِ ہند نے گورنر جنرل کے لیے جو رپورٹ تیار کی تھی' اس میں 12 سے 29 اکتوبر تک کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق سکھوں نے ایک ٹرین پٹری سے اتار دی اور اس پر فائرنگ کی۔ انہوں نے ملٹری پولیس پر دو بم پھینکے۔ تین مسلمانوں کو گاڑی سے نیچے پھینک دیا۔ دیہات پر دو بم پھینکے گئے۔ غیر مسلموں کے ہجوم نے 24 مسلمان لڑکیوں کو اغوا کر لیا۔ مہاجرین کے کیمپوں پر حملے کیے گئے۔ فوج نے سرحد پار مہاجرین پر فائرنگ کی۔ ہجوم نے دو پولیس اہل

Marfat.com

کاروں کو ہلاک کر دیا۔ سکھوں نے دو سو مسلمان شہید کر دیئے اور مہاجرین کی ایک ٹرین کو پٹڑی سے اتارنے کی کوشش کی گئی۔ اس مدت کے وسط میں 17 اکتوبر کو ماؤنٹ بیٹن نے اسمے کو لکھا کہ وہ شوبرا میں خوشگوار تعطیل منا کر اسی صبح کو واپس آیا ہے اور کوئی واقعہ ریکارڈ میں لانے کے قابل نہیں ہوا۔ نومبر کے وسط میں ساورے نے یہ بات نوٹ کی کہ کاک ٹیل پارٹیاں شروع ہو چکی ہیں اور قتلِ عام وقتی طور پر بند ہو گیا ہے لیکن میں ان پارٹیوں میں شریک نہیں ہوتا تھا۔ ایٹلی نے 1961ء میں کہا کہ میرے خیال میں حالات درست سمت میں نہیں جا رہے۔ اس نے تسلیم کیا کہ ہندوستان میں بڑا ہولناک قتلِ عام ہوا لیکن یہ انتقالِ اقتدار یا حکومت کی کمزوری کا نتیجہ نہیں تھا۔ قتلِ عام کی منصوبہ بندی طویل عرصے سے ہو رہی تھی۔ سکھ بھروسے کے قابل نہیں تھے اور فساد کا سب سے بڑا سبب وہی تھے۔ ہم اس قتلِ عام کو روک سکتے تھے اور کیا ان (سکھوں) پر ہمارا کنٹرول برقرار رہ سکتا تھا' تاہم اس کا مجھے علم نہیں۔ یہ مشکوک معاملہ ہے لیکن ایسا ہوا ضرور۔ اس بات کی شہادت موجود ہے کہ آزادی کی تاریخ قریب لانے میں ایٹلی کو ماؤنٹ بیٹن کے فیصلے پر شک تھا۔ اکتوبر کے آخر میں ڈاؤننگ سٹریٹ میں ساورے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اس کا ایک سوال انتقالِ اقتدار کی عجلت کے بارے میں تھا۔ اس نے اسمے کی واپسی پر اس سے بھی پوچھا کہ کیا وہ بھی یہ محسوس کرتا ہے کہ ہم نے غلط راستہ منتخب کیا یا معاملات نہایت عجلت میں طے کیے؟ اس کی شہادت موجود ہے کہ ایٹلی ماؤنٹ بیٹن کی جگہ کسی اور کو گورنر جنرل بنانے کی سوچ رہا تھا۔ اس کے پرائیویٹ سیکرٹری لز لے رودن نے 14 مئی 1947ء کو اس کے نام ایک میمورنڈم لکھا جس میں انتقالِ اقتدار کا ذکر تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ایٹلی اپنی کابینہ کے کسی وزیر کو ہندوستان بھیجے جو پوری قوت کے ساتھ وہاں کے معاملات طے کرے۔ لسٹو ویل کے نام کو اس لیے قابلِ غور نہ سمجھا گیا کہ وہ ابھی نیا نیا تھا۔ اے۔وی الیگزنڈر جبری بھرتی کے بل کے سلسلے میں مصروف تھا۔ ہربرٹ موریسن انجمادِ خون کا مریض تھا۔ ارنسٹ بیون آہنی پردے

Marfat.com

کے پیچھے طویل عرصہ گزارنے کے بعد ابھی ابھی واپس آیا تھا۔ ایٹلی سرسٹیفورڈ کرپس کو ہندوستان بھیجنا نہ چاہتا تھا اور نہ ہی وہ خود جانے کا خطرہ مول لینا چاہتا تھا چنانچہ کچھ بھی نہ کیا جاسکا۔

ہلاک شدگان کے اعداد و شمار

زیگلر نے بھی مون کے حوالے سے فسادات میں مارے جانے والوں کی تعداد دو لاکھ بتائی۔ اس نے دلیل دی کہ اگر ماؤنٹ بیٹن اقتدار کی منتقلی میں جلد بازی نہ کرتا تو ہلاک شدگان کی تعداد بیس ملین بھی ہوسکتی تھی تاہم بہت سے لوگ اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ سر ایلگر نون جو 15 اگست تک انڈیا آفس میں پولیٹیکل سیکرٹری اور جنوبی ایشیا کے تعلقاتِ دولت مشترکہ آفس کا سربراہ تھا' اسے لندن میں فسادات کے دوران مارے جانے والوں کے اعداد و شمار جمع کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔ اس نے یاد دلایا کہ یہ میرا ناخوشگوار فرض تھا کہ میں شمالی ہند میں ہونے والے قتلِ عام کے بارے میں روزانہ ٹیلی گرام وصول کروں۔ اس وقت میرا ذاتی خیال یہ تھا کہ فسادات میں ہلاک شدگان کی تعداد چھ سو ہزار تھی۔ مزید معلومات اسے پاکستان میں موجود برطانوی ہائی کمشنر اور پشاور اور لاہور میں متعین ڈپٹی ہائی کمشنروں سے ملیں۔ اس کے خیال میں سب سے بڑی غلطی مرکز میں انتقالِ اقتدار کے ساتھ ساتھ صوبوں کی تقسیم تھی۔ مرکزی حکومت کی خواہش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور وہ انتقالِ اقتدار سے چند ماہ قبل صوبوں کی تقسیم کی نگرانی کرتی لیکن یہ سب کچھ ایک ہی وقت میں ہوا جس نے بداعتمادی اور قتلِ عام کو جنم دیا۔ پولیس اور فوج کی وفاداری کے لیے ان کے سامنے ناقابلِ قبول شرائط رکھی گئیں۔ اکتوبر کے آغاز میں منٹگمری نے وار آفس میں ساورے سے ایک گھنٹے تک ملاقات کی۔ اس نے ماؤنٹ بیٹن کے بارے میں کہا ''اس نے مسائل کا انبار لگالیا ہے۔ میں اسے یہ بات تحریری طور پر بتاؤں گا''۔ اسمے کی نگاہوں میں بھی ماؤنٹ بیٹن کی عزت کم ہوگئی تھی۔ اس نے اپنے ایک

Marfat.com

دوست کو بتایا کہ وہ کس طرح ایک دن ماؤنٹ بیٹن سے ملنے گیا۔ اس کی میز پر ناموں کی ایک فہرست پڑی تھی۔ یقیناً یہ ان لوگوں کی فہرست تھی جنہیں یومِ آزادی پر اعزازات دینے کی سفارش کی گئی تھی۔ اسمے نے کہا کہ اس فہرست میں میرا نام بھی تھا۔ جس اعزاز کی اسمے کے لیے سفارش کی گی تھی وہ اس کے پاس پہلے ہی موجود تھا۔ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ اگر میں تمہارے لیے کم تر درجے کی سفارش کرتا تو تم شکوہ کرنے میں حق بجانب ہوتے لیکن مسئلہ یہ نہیں ہے۔ اسمے کا کہنا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے زندگی کا نہایت تکلیف دہ اعزاز لینے پر مجبور نہیں کر سکتی تھی۔ میں ماؤنٹ بیٹن کو ضرور کہوں گا کہ وہ مجوزہ اعزازات کی فہرست سے میرا نام فوراً نکال دے۔ آزادی کے دن خود ماؤنٹ بیٹن کی عزت افزائی کی جانے والی تھی۔ ہندوستان میں مقیم ٹائمز کے نامہ نگار لوئیس ہیرن نے پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈنٹ میجر جنرل ریس اور دیگر اعلیٰ فوجی افسروں، مغربی اور مشرقی پنجاب کے گورنروں اور مختلف اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کے ساتھ ملاقاتیں کرنے کے بعد یہ تاثر لیا کہ فسادات میں مارے جانے والوں کی تعداد پانچ لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ دراصل صحیح اعداد و شمار جاننے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مہاجر ٹرینوں کے شہدا کی لاشیں گنی جا سکتی تھیں لیکن پنجاب کے سترہ ہزار قصبات و دیہات میں ہزارہا مرنے والے دفن کر دیئے گئے تھے یا جلا دیئے گئے تھے۔ جو لاشیں گڑھوں میں پھینک دی گئی تھیں، وہ کسی شمار قطار میں نہ تھیں۔

دس لاکھ افراد کی ہلاکت

جنرل ریس نے ہیرن کو بتایا کہ اسے یقین ہے کہ قتلِ عام میں دس لاکھ افراد مارے گئے یا بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے۔ کراچی میں متعین ہائی کمشنر لارنس گریفے سمتھ نے ہلاک شدگان کی تعداد آٹھ لاکھ بتائی۔ پنجاب باؤنڈری فورس کے لیفٹیننٹ کرنل فلپ مچیسن کا بیان تھا کہ فسادات میں دس لاکھ مرد عورتیں اور بچے قتل کیے گئے۔ اس نے کہا کہ یہ میرا اپنا موقف ہے۔ بی بی سی کے جنگی نامہ نگار وین فورڈ تھامس کا

Marfat.com

کہنا تھا کہ اڑہائی لاکھ افراد کی ہلاکتوں کو سرکاری طور پر تسلیم کیا گیا ہے مگر میں ریکارڈ کے حوالے سے کہتا ہوں کہ ان فسادات میں قریباً دس لاکھ افراد مارے گئے لیکن اس نے یہ بھی واضح کیا کہ تم صحیح اعداد و شمار جمع نہیں کر سکتے کیونکہ قتل عام تمام چھوٹے بڑے دیہات' قصبات بلکہ پورے پنجاب میں ہو رہا تھا۔ ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندے ڈگلس براؤن نے اگست 1947ء کے آخر میں یہ بات نوٹ کی کہ قتلِ عام کرنے والے گروہوں کے ہمراہ لاشوں کو ٹھکانے لگانے والی پارٹیاں بھی ہوتی تھیں۔ اس لیے ہلاکتوں کا صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ یہ ان لوگوں کی شہادت ہے جو اس وقت ہندوستان میں کام کر رہے تھے جس سے ماؤنٹ بیٹن کے موقف کی تردید ہوتی ہے۔ جس وقت قتلِ عام ہو رہا تھا' سر فرانسس مودی مغربی پنجاب کے گورنر تھے۔ انہیں یقین ہے کہ ان کے بہترین اندازے کے مطابق پانچ لاکھ افراد مغربی پنجاب پہنچنے کی کوشش میں مارے گئے۔ بلاشبہ مغربی پنجاب کے ہندو بھی جانیں بچانے کے لئے ہندوستان جا رہے تھے۔ اسمے نے خود چرچل کے پرائیویٹ سیکرٹری اینتھونی مانٹیگو براؤن کو بتایا کہ تقسیمِ ہند کے دوران دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ اکتوبر 1947ء کے آخر میں چرچل نے دارالعوام میں کہا کہ تقسیمِ ہند کے دوران کم از کم پانچ لاکھ افراد ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے اور 8 لاکھ بے گھر ہو کر پناہ گزیں بن گئے۔ ان اعداد و شمار سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ 1951ء میں کوئین میری کے ایک ڈنر میں چرچل نے کہا کہ ماؤنٹ بیٹن کی پالیسیوں کے نتیجے میں دس لاکھ افراد مارے گئے۔ ایک قدامت پسند سیاستدان راب بٹلر کو یقین ہے کہ دس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ ایک اور سیاستدان جولین ایمرے نے کہا کہ دس لاکھ ہلاک شدگان کی تعداد قدامت پسندوں کی ہے۔ کرسٹوفر بیومونٹ کے خیال میں ہلاک شدگان کی تعداد پانچ لاکھ ہے۔ یہ تعداد سات لاکھ بھی ہو سکتی ہے۔ وزیر خارجہ برائے ہند کے پرائیویٹ سیکرٹری نے یہ تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ بتائی ہے لیکن ماؤنٹ بیٹن نے شعبدہ کاری کے ذریعہ اس

Marfat.com

معاملے کو یہ کہہ کر ختم کر دیا کہ ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ ہندوستان کے ایک اور مورخ نے لکھا کہ دس لاکھ مہاجرین زندہ اپنی منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ گوپال کھوسلہ نے Stern Reckoning کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے 180 صفحات میں ایک ایک گاؤں میں ہونے والے قتلِ عام کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس میں ہلاک شدگان کی تعداد پانچ لاکھ بتائی گئی ہے۔ لیونارڈ موسلے کی انگریزی کتاب ''برطانوی راج کے آخری ایام'' میں یہ تعداد چھ لاکھ بتائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جب مبالغہ آرائی کو ختم کرنے کے لیے ان اعداد وشمار کی جانچ پڑتال کی گئی تو بھی مرنے والوں کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ بنتی تھی۔ انسان کے ہاتھوں عمل میں آنے والا یہ عظیم ترین المیہ ہے۔ خود ماؤنٹ بیٹن نے اپنی حتمی رپورٹ کے آخر میں لکھا ہے کہ تبادلۂ آبادی دہشت ناک حالات میں ہوا تھا۔ کچھ پناہ گزین راستے ہی میں قتل ہو گئے۔ اپنی کارروائی کے بارے میں 19 نکاتی وضاحت میں اس نے مشترکہ دفاعی کونسل، پنجاب کی سکھ و مسلمان قیادت، جاسوسی کی برطانوی تنظیم اور مسلم لیگ کو موردِ الزام ٹھہرایا لیکن اس نے اپنی ایک بھی غلطی تسلیم نہیں کی۔ اس نے لکھا کہ اس وقت تیز رفتاری کی ہی ضرورت تھی۔ آج کا مورخ اب دستیاب ہونے والی شہادتوں کی بنا پر مون، کیمبل جانسن اور زنگلر کے اعداد و شمار (دو لاکھ) کو چیلنج کر سکتا ہے لیکن ہم ابھی تک اس تصور کو تسلیم کر رہے ہیں جس کا اظہار مون نے اپنے مضمون کے آخری پیراگراف میں کیا ہے۔ اس نے ''برطانیہ کی فتح اور ہندوستانی نوآبادی'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ دراصل برطانوی راج پہلی جنگِ عظیم کے بعد اپنی افادیت ختم کر چکا تھا۔ ماؤنٹ بیٹن کو اپنے ایوارڈ کی تیاری کے لیے ریڈ کلف کو کم از کم چھ ماہ کی مدت (اپریل 1947ء تا اکتوبر 1947ء) دینی چاہئے تھی۔ اگلے چھ ماہ میں اسے ایک مضبوط پنجاب باؤنڈری فورس ریڈ کلف کے معین کردہ سرحدی علاقوں بالخصوص سکھوں کے علاقوں میں متعین کرنی چاہئے تھی۔ اس عرصے میں ہندوستانی فوج دونوں ملکوں (ہندوستان اور پاکستان) میں تقسیم ہو سکتی تھی اور

Marfat.com

اسے بھی موزوں مقامات پر متعین کیا جا سکتا تھا۔ پہلے فساد کے آثار ظاہر ہوتے ہی اسے جدید ہتھیاروں سے کچل دینا چاہیے تھا جیسا کہ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی دھمکی میں کہا تھا۔ پھر اپریل 1948ء میں وہ ایوارڈ کا اعلان کر سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ یقین دہانی کرائی جاتی کہ برطانیہ نقل مکانی کرنے والے ہندو' سکھ اور مسلمانوں کو مکمل تحفظ فراہم کرے گا۔ پھر انتقالِ اقتدار کے اصلی ہدف جون 1948ء پر عمل کیا جاتا۔ اس طرح (پاکستان کی) نئی مملکت خونریزی میں نہ ابھرتی۔

ہدایات پر عملدرآمد میں ناکامی

ماؤنٹ بیٹن برطانوی حکومت سے پانچ واضح ہدایات لے کر ہندوستان آیا تھا۔ پہلی یہ کہ وہ ہندوستان اور ریاستوں میں وحدانی طرزِ حکومت قائم کرے گا۔ دوسری ہدایت یہ تھی کہ جون 1948ء کی مقررہ تاریخ کو اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ تیسری ہدایت تھی کہ والیانِ ریاست اپنے مستقبل کے لیے صاف اور شفاف انتظامات کریں گے۔ چوتھے ہندوستانیوں کے ساتھ قریبی تعاون کیا جائے گا جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہوں گے۔ پانچویں اور آخری ہدایت یہ تھی کہ وہ (ماؤنٹ بیٹن) ہندوستانی فوج میں شگاف ڈالنے سے گریز کرے گا لیکن ماؤنٹ بیٹن ان تمام ہدایات پر عمل کرنے میں ناکام رہا۔ ہندوستان سے واپسی پر ماؤنٹ بیٹن پھر بحری فوج میں چلا گیا۔ اس نے 1951ء میں دعویٰ کیا کہ اپنے ''سیاسی تجربے'' کی بنیاد پر وہ ایٹلی کے مقابلے میں بہتر انداز سے برطانیہ کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ اکتوبر 1952ء میں وہ اپنی ہمشیرہ ملکۂ سویڈن کے ہمراہ بال بال بچا جب اس کی سپورٹس کار مالٹا میں ایک پتھریلی دیوار سے ٹکرا گئی۔ 1955ء میں وہ پہلا سی لارڈ بنا اور اس طرح اس کی بچپن کی خواہش پوری ہو گئی۔ ایڈن نے اسے اس وقت پیدائشی دروغ گو قرار دیا تھا جب اس نے 1976ء میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے تین دن میں نہر سویز کے 25 میل کے علاقے پر قبضے کے لیے آبدوز کشتیاں استعمال کرنے کو کہا تھا۔ درحقیقت ریکارڈ سے پتہ

Marfat.com

چلتا ہے کہ جب اس نے شاہی بحریہ اور جنگی کشتیوں کے استعمال کی سفارش کی تھی تو اس وقت یہ کارروائی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ جب بحری' بری اور فضائی افواج کو ایک وزارتِ دفاع کے ماتحت کر دیا گیا تو وہ چیف آف ڈیفنس سٹاف بن گیا۔ یہ 1959ء کی بات ہے۔ یہ وہ موقع تھا جب سر جیرالڈ ٹمپلر نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا تھا ''ڈکی تم اس قدر ضدی اور چالباز ہو۔ اگر تم ایک کیل نگل جاؤ تو تم پورا پیچ کس بھی نگل سکتے ہو''۔ وار آفس کے مستقل سیکرٹری کے مطابق ماؤنٹ بیٹن پر تینوں مسلح افواج کے غالباً کسی سینئر افسر کو اعتماد نہیں تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جن کمیٹیوں کی میٹنگوں میں وہ شرکت کرتا تھا' ان کے فیصلوں کو ہمیشہ غلط انداز میں پیش کرتا تھا۔ اس نے 1965ء میں فوج کو چھوڑ دیا تھا تو اس وقت 40 سینئر افسروں میں سے صرف ایک نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس کی تقرری دوبارہ کر دی جائے گی۔ وہ کسی دعوت نامے سے انکار نہیں کرتا تھا بشرطیکہ اسے اس طرح اپنے اعزازات سینے پر سجانے اور تقریر کرنے کا موقع میسر آتا ہو۔ وہ بڑھاپے میں بھی اپنی آواز سے مطمئن تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کی آواز سامعین کو مطمئن کر دیتی ہے۔ وہ سیاحت اور عوامی تقریبات میں بہت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتا تھا۔ 1970ء کی دہائی کے آخر میں ماؤنٹ بیٹن 27 اگست 1979ء کو ایک بم حملے میں مارا گیا۔ اس کی مچھلیاں پکڑنے کی کشتی میں آئرش ری پبلکن نے بم نصب کر دیا تھا۔ وہ اپنے تحفظ کو داؤ پر لگاتے ہوئے ہر سال اگست میں جنوبی آئرلینڈ میں چھٹیاں مناتا تھا۔ آئرلینڈ کی پولیس نے اس کے آخری دورے سے ایک ہفتہ قبل خبردار کیا تھا کہ وہ اس علاقے میں نہ جائے تاہم برطانوی حکام اسے ہر سال وہاں جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ آئرلینڈ میں بے حد مقبول ہے۔ ایک شخص نے اس کے بارے میں کہا تھا کہ وہ تشدد کی موت مرنا چاہتا تھا اور سمندر میں مرنے کو ترجیح دیتا تھا۔ اس کی یہ دونوں خواہشیں پوری ہو گئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن

کے اغراض و مقاصد

۱۱۶

1- نظریۂ پاکستان کے مقاصد کی ترویج و اشاعت اور انہیں اُجاگر کرنا

2- تحریکِ پاکستان کے جذبوں، یادداشتوں اور متعلقہ ریکارڈ کو محفوظ کرنا

3- تحریکِ پاکستان کے متعلق تحقیق کرنا اور ان لوگوں کو اعزاز دینا جنہوں نے پاکستان بنانے کیلئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور قربانیاں پیش کیں

4- پاکستان میں اسلام کے اصولوں پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کے قیام کی کوشش کرنا جس کا تحریکِ پاکستان کے دوران وعدہ کیا گیا تھا

5- قومی وحدت کو فروغ دینا اور ہر قسم کے تفرقات اور استحصال کے خلاف سینہ سپر ہونا

6- ایک خودمختار، قومی، نظریاتی اور جمہوری ادارے کے طور پر کام کرنا اور پاکستان کے دستور میں درج ''قراردادِ مقاصد'' کے اغراض و مقاصد کے فروغ اور ترویج کیلئے کام کرنا

Marfat.com

Marfat.com

"پنڈت ماؤنٹ بیٹن کی جے"

متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم
ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن قائداعظمؒ کی دوٹوک سیاست کے سامنے اس کی
چلی۔ ماؤنٹ بیٹن کی ساری ہمدردیاں ہندو کانگرس کے ساتھ تھیں
کا مفاد اس قدر عزیز تھا کہ جب بھارت کا پہلا یوم آزادی
کی وفاداری سے متاثر ہو کر "پنڈت ماؤنٹ
ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کے
کے دورے کی خواہش ظاہر کی لیکن
حکومت کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ انہیں

ماؤنٹ بیٹن 1900ء میں
وکٹوریہ کے پوتے تھے۔ وہ 22
15 اگست 1947ء کو ہندوستان
27 اگست 1979ء کو
بیٹن کے
بھارتی پرچم سرنگوں
کے لیے بھارت کی

7820

نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن

Marfat.com